| حق چار یار | بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | خلافت راشدہ |
| --- | --- | --- |
| ستمبر ۲۰۲۵ء | وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝ | شمارہ نمبر ۴۰ |

مجلہ پشاور

# راہ ھدایت

| | |
| --- | --- |
| • آہ! مولانا عبدالقدوس خان قارن صاحب رحمہ اللہ بھی داغِ مفارقت دے گئے | |
| • توضیحات عبارات اکابر (قسط:۱) | • بدعاتِ اہلحدیث (غیر مقلدین) |
| • بدعات سے بچنے کا بہترین قاعدہ | • مقدمہ کتاب انوار الغرہ (قسط:۱) |
| • تحریفِ قرآن کا عقیدہ خود شیعہ علماء کی نظر میں | |


مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد　　یااللہ مدد　　عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد


اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

# مجلّہ راہ ھدایت پشاور


فہرست مضامین


| فہرست مضامین | صفحہ |
| --- | --- |
| آہ! مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب بھی داغِ مفارقت دے گئے (طاہر گل دیوبندی) | 1 |
| تحریف قرآن کا عقیدہ خود شیعہ علماء کی نظر میں (مفتی عصمت اللہ صاحب عصمہ اللہ) | 8 |
| بدعاتِ اہلحدیث (قسط:۲) (مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب) | 16 |
| کیا ۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں قادیانیوں نے تحذیر الناس کو پیش کیا تھا؟ (محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب) | 28 |
| بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھانا (بسلسلہ توضیحات عبارات اکابر، عبارت نمبر:۱) (مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب) | 39 |
| بدعات سے بچنے کا بہترین قاعدہ (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب) | 50 |
| مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب اور ان کی چند کتابوں پر تبصرہ (مولانا خیر الامین قاسمی صاحب) | 56 |
| مقدمہ انوار الغرہ (قسط:۱) (مفتی رب نواز صاحب) | 61 |




**نوٹ:** مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی، نائب مدیر مجلّہ راہِ ہدایت

# آہ! مولانا عبد القدوس خان قارن صاحبؒ بھی داغِ مفارقت دے گئے

۱۵ اگست ۲۰۲۵ء کو بندہ جب نمازِ جمعہ پڑھ کر واپس اپنے کمرے میں آیا اور فیس بک آن کیا تو سامنے ایک ساتھی کی یہ تحریر پوسٹ کی صورت میں سامنے آئی:

"انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت امام اہل سنت علامہ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن انتقال کر گئے"

خبر پڑھ کر بندہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ سچ کہوں تو بندہ کو متکلم اسلام حضرت مولانا شیخ رحیم اللہ حقانی صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اتنا صدمہ کسی کے وفات کا سن کر نہیں پہنچا تھا جتنا حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سن کر پہنچا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ ہم غم اور دکھ کی اس گھڑی میں امام اہلسنتؒ کے خاندان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور خود کو بھی تعزیت کے مستحق سمجھتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں امام اہلسنتؒ کے جانشین تھے انہوں نے تقریباً تمام فرق باطلہ کے خلاف بہترین انداز میں علمی کام کیا ہے۔ ذیل میں ہم حضرتؒ کی چند معروف کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

## اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور

قیام پاکستان کے چند سال بعد جب توحید کے نام پر امت کے اجماعی عقائد و نظریات کو تختہ مشق بنایا گیا تو امام اہلسنتؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام، عذاب قبر، سماع موتیٰ، استشفاع، عرضِ اعمال اور توسل میں اکابر علماء دیوبند کی حکم سے "تسکین الصدور" تصنیف

---

[1] ۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو کابل میں داعشی خوارج نے خودکش دھماکا میں شہید کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ روئے زمین کو ان دہشت گردوں سے صاف فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فرمائی اور اہل حق کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔ جواب میں فریق مخالف کے جناب مفتی محمد حسین نیلوی صاحب نے ندائے حق لکھی اور اپنے مردہ نظریات میں پھر سے جان ڈالنے کی کوشش کی تو امام اہلسنت ؒ نے تسکین الصدور طبع دوم، سماع موتیٰ اور المسلک المنصور میں ندائے حق کے شبہات کا تحقیقی جائزہ لیا اور شکوک وشبہات کو دفع کیا۔ اس کے بعد مماتیوں کی طرف سے مولوی شیر محمد جھنگوی صاحب اٹھے اور ایک کتاب بنام ''آئینہ تسکین الصدور'' تالیف کی۔ موصوف نے کتاب کے اندر مواد تو زیادہ تر ندائے حق سے ہی لیا لیکن انداز بدل دیا اور امام اہلسنت ؒ کی کتابوں میں تضادات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کتاب کے جواب میں ابن امام اہلسنت ؒ نے قلم اٹھایا اور ایسا جواب لکھا کہ مماتیوں سے ابھی تک اس کتاب کا جواب نہیں بن پا رہا اور ان شاء اللہ تا قیامت جواب سے لاچار و بے بس ہوں گے۔

حضرت ؒ اس کتاب میں پہلے اعتراض کا خلاصہ نقل فرماتے ہیں اس کے بعد آئینہ تسکین الصدور کی متعلقہ عبارت نقل فرماتے ہیں اور پھر جواب لکھتے ہیں۔ پوری کتاب بہت دلچسپ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ ایک مقام پر حضرت ؒ لکھتے ہیں:

> ''اپنی اس تحریر کے دوران ایک موقع ایسا بھی آیا کہ قلم تک گیا اور زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ واہ مولا تیری قدرت کہ اپنے دور کے علمی آسمانوں اور اربابِ بصیرت کو تو نے تسکین الصدور اور سماع موتیٰ کی حمایت اور تائید میں جمع فرمایا اور ان کی تردید و مخالفت کے لئے علامہ نیلوی صاحب، مولوی شیر محمد صاحب، مولوی شہاب الدین خالدی صاحب اور مولوی خان بادشاہ صاحب جیسے لوگوں کے ہاتھ میں قلم تھما دیا۔ سبحان تیری شان''

(اظہار الغرور فی آئینہ تسکین الصدور صفحہ ۲۵)

حضرت ؒ نے اپنی اس کتاب میں مجموعی طور پر تقریباً ۱۳۰ اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔

## امام بخاریؒ کا عادلانہ دفاع

شاتم رسول مشہور مماتی مولوی حافظ سعید چتروڑی نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں دل کھول کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کی گستاخیاں کی ہیں۔ امام بخاری کے بارے میں بھی اس کتاب کے اندر خوب زہر بھرا ہے۔ اس کے کتاب کے جواب اہل حق علماء نے کئی

کتابیں تصنیف کیں ہیں جن میں سے ایک کتاب حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔ حضرت نے یہ کتاب امام اہلسنت ؒ کے حکم اور خواہش پر لکھی ہے چنانچہ حضرت ؒ کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"میں " قرآن مقدس اور بخاری محدث " کے جواب کا آغاز کر چکا تھا انہی دنوں حضرت والد صاحب دام مجدھم کی زیارت کے لیے گھکڑ حاضر ہوا۔ میرے پہنچنے سے پہلے علماء کا ایک وفد حضرت دام مجدھم سے ملاقات کر کے چلا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت کو بتایا کہ علامہ سعید احمد ملتانی کی ایسی کتاب شائع ہوئی ہے، جب میں حضرت سے ملا تو فرمانے لگے:

" سنا ہے ایسی کتاب شائع ہوئی ہے ،بخاری پڑھانے والوں کو اس کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ میرے اندر ہمت نہی رہی ورنہ یہ کام میں خود کرتا۔ حضرت کے انداز سے میں نے ان کی خواہش معلوم کر لی تو میں نے کہا میں نے اس پر کام شروع کیا ہوا ہے حضرت نے دعا فرمائی۔ پھر ایک ملاقات کے دوران فرمانے لگے کہ تیری کتاب کہاں پہنچی تو میں نے کہا حضرت اس کتاب کے جواب آچکے ہیں اس لیے میں نے آگے کام چھوڑ دیا ہے فرمانے لگے:

"نہیں تمہارا انداز اور ہے اس لیے کام مکمل کرو ویسے بھی ہمارے حلقے سے امام بخاری کا دفاع ضرور ہونا چاہیے"

(امام بخاری کا عادلانہ دفاع 18)

حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں چتروڑی کے (۵۴) اعتراضات کے تفصیلی و تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔

## انکشاف حقیقت

غیر مقلدین میں سے مولوی فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب نے ایک کتاب بنام " احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف " تصنیف کیا جس میں موصوف نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ احناف معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے احادیث کے دشمن ہیں اور فقہ حنفیہ احادیث کے خلاف ہے حالانکہ اس میں جن مسائل پر انہوں نے اعتراضات کیے ہیں وہ زیادہ تر اجتہادی نوعیت کے ہیں جن میں سے بعض صدیوں سے مختلف

فیہ چلے آرہے ہیں، بعض مسائل میں احادیث متعارض ہیں۔ بہر حال حضرتؒ نے اپنی اس کتاب یعنی انکشاف حقیقت میں یزدانی صاحب کی جہالتوں اور بد دیانیتوں سے بھری اس داستان سے خوب پردہ اٹھایا ہے اور مجموعی طور پر تقریباً ۱۲۰ سے زیادہ اعتراضات کے قرآن وسنت سے تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔

## مجذوبانہ واویلا

دیگر فرق باطلہ کی طرح غیر مقلدین کے رد میں بھی امام اہلسنتؒ نے کئی شہرہ آفاق کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں مسئلہ قرأت خلف الامام پر احسن الکلام، مسئلہ تقلید پر الکلام المفید، مسئلہ طلاق ثلاثہ پر عمدۃ الاثاث، قربانی کے مسائل پر مسئلہ قربانی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور جلالت شان میں مقام ابی حنیفہؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

غیر مقلدین نے بلاوجہ ان کتابوں میں کیڑے نکالنے شروع کیے کہ دیکھیں بھئی صفدر صاحب ایک کتاب میں یہ کہتے ہیں دوسری میں اس کے خلاف لکھتے ہیں۔ ایک جگہ ایک راوی کی تعدیل کرتے ہیں تو دوسری جگہ تضعیف وغیرہ وغیرہ۔

اسی انداز پر مولوی ارشاد الحق اثری صاحب نے ایک کتاب بنام "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینے میں"، لکھی۔ اس کتاب کے جواب میں ابن امام اہلسنتؒ نے قلم اٹھایا اور اثری صاحب کی کتاب کا خوب تعاقب کیا اور ان کی کم فہمیوں کو طشت از بام کیا۔ اس کتاب کے آنے سے بہت سے ہم مسلک ساتھیوں کے شکوک وشبہات بھی دور ہو گئے۔

## تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے

حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب "مجذوبانہ واویلا" کے نام ارشاد الحق اثری صاحب کی کتاب کا تفصیلی جائزہ لیا تو جواب الجواب میں اثری صاحب نے ایک اور کتاب بنام "آئینہ ان کو دکھایا تو مان گئے"، لکھی۔ اس کتاب میں اثری صاحب نے بہت سے موضوعات سے چپ سادھ لی جو ان کی طرف سے اپنی غلطی تسلیم کرنے کا خاموش اعتراف تھا۔ اور جن موضوعات پر انہوں نے دوبارا قلم اٹھایا اس کا جواب الجواب حضرت قارن صاحب نے "تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے" نام سے لکھا اور اثری صاحب کے اعتراضات کا صفایا کر دیا۔ تاحال اثری صاحب کی طرف سے اس کتاب کا جواب الجواب ہمارے سامنے نہیں آیا ہے۔

## جواب مقالہ

امام اہلسنتؒ نے تین طلاق کے تین ہونے پر ایک کتاب بنام "عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث" لکھا تھا اس میں اختصار کے باوجود مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر جامع گفتگو فرمائی تھی۔ اس کتاب کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرمائی اور اہل حق کے سینوں میں جو شبہات نے جگہ لی تھی وہ دور ہو گئے فللہ الحمد۔

غیر مقلدین میں سے جناب مولوی محمد امین محمدی صاحب نے اپنے ایک مقالہ میں "عمدۃ الاثاث" جو اعتراضات کیے ان کے تحقیقی جوابات حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب مقالہ نام سے دیئے ہیں۔

## بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں

غیر مقلدین ہمیشہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا عمل احادیث بخاری پر ہے اور ہر موضوع پر سب سے پہلے بخاری شریف سے دلائل لیتے اور دیتے ہیں۔ حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں غیر مقلدین کے اس دعوے کی دھجیاں اڑائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ غیر مقلدین کا بخاری شریف کے بارے میں جو دعویٰ ہے حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس رسالہ کو دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. پہلی باب میں غیر مقلدین کا امام بخاری سے اختلافات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں تقریباً ۴۴ مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جن میں غیر مقلدین کا امام بخاری سے اختلاف ہے۔
2. دوسری باب میں غیر مقلدین کا بخاری شریف کے بارے میں بعض نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔

## غیر مقلدین کے متضاد فتوے

غیر مقلدین عموماً فقہ کو اختلاف کی جڑ کہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ فقہ کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور پھر حنفی شافعی اختلاف کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس رسالہ میں مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب نے غیر مقلدین کی اندرونی اختلافات کو ذکر کیا ہے۔

## ایضاح سنت بجواب مصباح سنت

امام اہلسنتؒ نے رد بدعات پر "راہِ سنت" نام سے ایک بہترین و لاجواب تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت نے تمام بدعات پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔ اس کے جواب میں بریلوی طبقہ سے اقتدار احمد نعیمی نے ایک کتاب بنام "راہِ جنت" لکھی حضرت امام اہلسنتؒ نے اس نقد جواب "بابِ جنت" نام لکھا۔ اس کے جواب الجواب

سے نعیمی صاحب نے چپ سادھ لی۔ کافی عرصہ بعد اہل بدعت میں سے مفتی عبد المجید خان سعیدی رضوی نے قلم اٹھایا اور "راہِ سنت" پر لغو و بوگس اور لایعنی قسم کے اعتراضات کیے جس کا جواب الجواب حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "ایضاح سنت" نام سے لکھ کر شائع کیا۔

## علم متشابہات خاصۂ خداوندی ہے

امام اہلسنتؒ نے مسئلہ علم غیب پر "ازالة الريب عن عقيدة علم الغيب "تصنیف فرمائی ہے جس میں بے شمار نصوص سے واضح کیا گیا ہے کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے کسی اور کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے بلکہ فقہاء نے اسے کفر گردانا ہے۔"ازالة الريب عن عقيدة علم الغيب "کے بعض عبارات پر بریلوی مفتی محمد خان قادری صاحب نے چند اعتراضات کیے جن کے جوابات حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے اس کے بعد مفتی محمد خان قادری صاحب نے جواب الجواب کا سلسلہ شروع کیا اور پھر بحث صرف ازالۃ الریب کی عبارات پر نہ رہی بلکہ انہوں نے علم نبوی اور متشابہات کے موضوع پر تحریری مباحثہ شروع کر دیا۔ وہ اپنے زیر نگرانی شائع ہونے والے رسالہ میں اپنی خیالات و اشکالات شائع کرتے رہے اور حضرت قارن صاحب ماہنامہ نصرت العلوم میں ان کے شبہات و اشکالات کا تعاقب فرماتے رہے۔ اس تحریری مباحثہ کا مفتی محمد خان قادری صاحب نے اپنی تیرہویں قسط کے آخر میں ختم کرنے کا اعلان کیا۔ قارئین کی سہولت کے لئے ان تمام اقساط کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

## وضوء کا مسنون طریقہ

پروفیسر غلام صابر آف قلعہ دیدار سنگھ نے ایک رسالہ بنام "وضوء رسول ﷺ" لکھا جس میں اس نے اہل السنت والجماعت کے وضوء کو باطل قرار دینے کی کوشش کی۔ حضرت قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے کا جواب اس طرح لکھا پہلے اہل السنت والجماعت کا طریقہ وضوء احادیث مبارکہ سے باحوالہ تحریر فرمایا اور پھر غلام صابر آف قلعہ دیدار سنگھ نے اہل السنت والجماعت پر جو اعتراضات کیے تھے اس کے جوابات دیئے۔

## مختلف کتابوں کے تراجم

حضرتؒ کئی مفید کتابوں کے مترجم بھی ہیں مثلاً

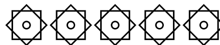
1. حمیدیہ ترجمہ رشیدیہ (فن مناظرہ کی کتاب)

2. جنت کے نظارے (علامہ ابن القیمؒ کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ)
3. مروجہ قضائے عمری بدعت ہے (حضرت مولانا عبد الحئی لکھنویؒ کی کتاب رد الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان)
4. امام ابو حنیفہؒ کا عادلانہ دفاع (علامہ کوثریؒ کی کتاب تأنیب الخطیب کا اردو ترجمہ)

**خانوادہ صفدریہ سے ایک عاجزانہ درخواست**

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً تمام کتابیں نایاب ہیں آپ حضرات سے انتہائی ادب واحترام اور عاجزی سے درخواست کی جاتی ہے کہ حضرتؒ کی کتابوں کو جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق پھر سے شائع کروائیں تاکہ طالبانِ حق ان سے اپنی علمی پیاس بجھائے۔ یہ کتابیں اہل سنت کے لئے عظیم سرمایہ ہیں۔ سنا ہے حضرتؒ صاحب امام اہلسنتؒ کے کسی تفسیر پر بھی کام کر رہے تھے اگر وہ تفسیر مکمل ہو چکی ہے تو اسے بھی منظر عام پر لایا جائے اسی طرح حضرت کے دیگر غیر مطبوعہ کتابیں اگر موجود ہیں تو ان کو بھی شائع کیا جائے واجركم على الله۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



مفتی عصمت اللہ صاحب عصمہ اللہ

# عقیدہ تحریف قرآن خود شیعہ علماء کی نظر میں

متاخرین شیعہ علماء عقیدہ تحریف قرآن کی اپنی طرف نسبت کی بڑی شدت سے انکار کرتے ہیں اور بعض شیعہ علماء نے شیعت کی طرف اس نسبت کی تردید میں کتب بھی لکھی ہیں مگر یہ سب کارستانیاں وہ عامۃ المسلمین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر بطور تقیہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمارے کئی بڑے علماء کرام بھی متاثر ہوئے، اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں انہوں نے اس رائے کا کھل کر اظہار کیا کہ محققین شیعہ علماء تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جمہور شیعہ علماء اور محدثین کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اسکے بعد ائمہ کے پاس رہا ہے، موجودہ قرآن جس کے جمع کرنے والے صحابہ کرام ہیں وہ محرف شدہ ہے۔

اس عقیدہ کے بیان کیلئے شیعہ محدثین باقاعدہ عنوان باندھ کر اسکے تحت وہ تمام روایات بیان کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے، اس دعوی کی ایک جھلک ان کے ہاں صحیح ترین شمار کی جانے والی کتاب "اصول کافی" سے ملاحظہ فرمائیں۔

امام کلینی "اصول کافی" میں باب بعنوان "باب أنه لم يجمع القرآن كله إلا الأئمة وأنهم يعلمون علمه كله" باندھتے ہیں اور پھر اسکے تحت موجودہ قرآن کے محرف ہونے پر بہت ساری روایات لاتے ہیں، منجملہ ان روایات کے ایک روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن جابر قال: سمعت أباجعفر عليه السلام يقول ما ادعى أحد من الناس أنه جمع القرآن كله كما أنزله الله إلا كذاب وما جمعه وحفظه كما أنزله الله إلا علي بن أبي طالب والأئمة من بعده۔

(اصولِ کافی)

ترجمہ: لوگوں میں سے جس نے یہ دعوی کیا کہ اس نے قرآن کو ایسے ہی محفوظ کر رکھا ہے

جیسا کہ اللہ تعالی نے اتارا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ قرآن کو صرف حضرت علی اور بعد کے ائمہ نے ایسے ہی جمع اور محفوظ کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اتارا ہے۔

قارئین کرام یہ تو مشتِ نمونہ از خروارے ہے ورنہ تو شیعہ کے حدیثی کتب میں اس بدبودار عقیدہ کے حوالہ سے 2000 سے اوپر روایات موجود ہیں۔

اس لئے شیعہ محققین کا ماننا ہے کہ عقیدہ تحریفِ قرآن کا ثبوت تواتر سے ہے، چنانچہ ذیل میں شیعہ علماء کے اقوال اس بابت ذکر کیئے جاتے ہیں:

1-شیعہ عالم شيخ المفيد لکھتے ہیں:

" إن الأخبار قد جاءت مستفيضة عن أئمة الهدى من آل محمد صلى الله عليه وسلم باختلاف القرآن وما أحدثه بعض الظالمين فيه من الحذف والنقصان"

(اوائل المقالات: ص 91)

ترجمہ: ائمہ سے روایات میں یہ بات شہرت کے ساتھ منقول ہے کہ قرآن میں اختلاف واقع ہوا ہے، اور بعض ظالموں نے اس کی کمی وزیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔

2-شیعہ عالم أبو الحسن العاملي لکھتے ہیں:

"اعلم أن الحق الذي لا محيص عنه بحسب الأخبار المتواترة الآتية وغيرها أن هذا القرآن الذي في أيدينا قد وقع فيه بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم شيء من التغييرات، وأسقط الذين جمعوه بعده كثيرا من الكلمات والآيات "

(المقدمه الثانية لتفسير مرآة الأنوار ومشكاة الاسرار ص36)

ترجمہ: متواتر اخبار کی روشنی میں یہ ایسی برحق بات ہے جس سے کوئی چھٹکارا نہیں، وہ یہ کہ ہمارے پاس موجودہ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تغیرات واقع ہوئے ہیں، ان لوگوں نے جنہوں نے اس کے جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اس کے بہت سے کلمات اور آیات کو

حذف کیا ہے۔

3-شیعہ عالم نعمة الله الجزائری لکھتے ہیں:

"إن تسليم تواتره عن الوحي الإلهي، وكون الكل قد نزل به الروح الأمين، يفضي الى طرح الأخبار المستفيضة، بل المتواترة، الدالة بصريحها على وقوع التحريف في القرآن كلاما،ومادة،وإعرابا" (الأنوار النعمانية ج2ص357).

ترجمہ:(موجودہ قرآن) کو متواتر وحی ماننا اور یہ کہنا کہ یہ وہی قرآن ہے جس کو جبرائیل علیہ السلام لے کر اترے ہیں، ان تمام مشہور بلکہ متواتر روایات کو ردی کی ٹھوکری میں ڈالنا ہے جو صراحتاً دلالت کرتے ہیں کہ قرآن میں ہر اعتبار سے تحریف واقع ہوئی ہے۔

4-شیعہ عالم محمد باقر المجلسي تحریفِ قرآن پر مشتمل ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالخبر صحيح. ولا يخفى أن هذا الخبر وكثير من الأخبار الصحيحة صريحة في نقص القرآن وتغييره وعندي أن الأخبار في هذا الباب متواترة معنى، وطرح جميعها يوجب رفع الاعتماد عن الأخبار رأسا، بل ظني أن الأخبار في هذا الباب لا يقصر عن أخبار الإمامة فكيف يثبتونها بالخبر؟

(مرآة العقول الجزء الثاني عشر ص525)

ترجمہ:(تحریف قرآن پر مشتمل یہ) حدیث صحیح ہے، کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ یہ حدیث اور دیگر بہت سی صحیح احادیث قرآن میں کمی اور تغییر پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں، اس لیئے میرے نزدیک اس عقیدہ تحریف کے باب میں روایات معنیً متواتر ہیں، بلکہ میرا ظن یہ ہے کہ اس عقیدہ تحریف کے باب کے روایات عقیدہ امامت کے باب سے کم نہیں۔(جب ایسا ہے) تو پھر عقیدہ تحریف قرآن کو اخبار سے کیسے ثابت کیا جاتا ہے؟(یعنی یہ عقیدہ، عقیدہ امامت کی طرح متواتر ہے، جو اپنے ثبوت میں اخبار کا محتاج نہیں).

5-شیعہ عالم سلطان محمد الخراساني لکھتے ہیں:

" اعلم أنه قد استفاضت الأخبار عن الأئمة الأطهار بوقوع الزيادة والنقيصة والتحريف والتغيير فيه بحيث لا يكاد يقع شك"

(تفسير بيان السعادة في مقامات العبادة ص19).

ترجمہ: ائمہ سے قرآن میں زیادتی، کمی، تحریف اور تغییر کے وقوع کے متعلق اخبار اس قدر شہرت کے ساتھ منقول ہیں جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

6-شیعہ عالم أبو الحسن العاملي لکھتے ہیں:

"وعندي في وضوح صحة هذا القول "تحريف القرآن وتغييره" بعد تتبع الأخبار وتفحص الآثار، بحيث يمكن الحكم بكونه من ضروريات مذهب التشيع وانه من أكبر مقاصد غصب الخلافة "

(المقدمه الثانية الفصل الرابع لتفسير مرآة الأنوار ومشكاة الأسرار)

ترجمہ: روایات کی چھان پھٹک کے بعد میرے نزدیک یہ بات "کہ قرآن میں تحریف اور تبدیلی واقع ہوئی ہے" اس قدر واضح ہے کہ کہا جاسکتا ہے کہ عقیدہ تحریف قرآن مذہبِ تشیع کے ضروریات میں سے ہے۔

7-شیعہ عالم علامہ سید عدنان البحراني لکھتے ہیں:

"وكونه: أي القول بالتحريف" من ضروريات مذهبهم أي الشيعة"

(مشارق الشموس الدرية ص126)

ترجمہ: تحریفِ قرآن کا قول کرنا اہل التشیع کے مذہب کے ضروریات میں سے ہے۔

8-محمد تقی النوری الطبرسی لکھتے ہیں:

وهو (التحريف) مذهب جمهور المحدثين الذين عثرنا على كلماتهم.

(فصل الخطاب ص32)

ترجمہ: میری تحقیق کے مطابق عقیدہ تحریف (شیعہ کے) جمہور محدثین کا عقیدہ ہے۔

ان تمام عبارات کا ماحصل درج ذیل باتیں ہیں:

❖ شیعہ کے ہاں تحریفِ قرآن کا ثبوت تواتر سے ہے۔

❖ یہ عقیدہ تحریف رکھنا دینِ شیعت کی ضروریات میں سے ہے، یعنی اگر کوئی شیعہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

❖ عقیدہ امامت کی طرح عقیدہ تحریف کا ثبوت چونکہ تواتر سے ہے اس لئے عقیدہ تحریف کا انکار عقیدہ امامت کے انکار کو مستلزم ہے حالانکہ عقیدہ امامت تو متفق علیہ عقیدہ ہے۔ لہذا اس عقیدہ تحریف سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ورنہ شیعت کو پھر عقیدہ امامت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا جس پر پوری شیعت کی بنیاد کھڑی ہے۔

❖ یہ عقیدہ جمہور شیعہ علماء و محدثین کا ہے۔

اس ساری تفصیل کو مد نظر رکھ کر محمد تقی النوری متوفی(1320ھ) نے اس عقیدہ تحریف کی دفاع اور ثبوت میں ایک کتاب بنام "فصل الخطاب في إثبات تحريف كتاب رب الأرباب" لکھی ہے۔اس کے علاوہ "كتاب التحريف"، "كتاب التنزيل و التغيير" اور دیگر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

البتہ پوری شیعت میں معتبر علماء میں سے صرف چار علماء ایسے ہیں جنہوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ موجودہ قرآن وہی اصلی قرآن ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے، وہ چار علماء یہ ہیں:

1. ابو جعفر محمد طوسی
2. ابو علی الطبرسی صاحب مجمع البیان
3. شریف المرتضی
4. ابو جعفر بن بابویہ القمی المعروف بالصدوق

لیکن محققین علماء کا کہنا ہے کہ ان چاروں کا انکار اولاً حجت نہیں، کیونکہ متقدمین سب کے سب تحریف کے قائل ہیں، ثانیاً انکا یہ انکار تقیہ پر محمول ہے، چنانچہ محمد تقی النوری لکھتے ہیں:

لم يعرف الخلاف صريحا إلا من هؤلاء المشايخ الأربعة وما حكي

عنهم المفيد، ثم شاع هذا المذهب بين الأصوليين من أصحابنا واشتهر بينهم حتى قال المحقق الكاظمي في شرح الوافية: أنه حكى عليه الإجماع وبعد ملاحظة ما ذكرناه تعرف أن دعواه جرأة عظيمة وكيف يمكن دعوى الإجماع بل الشهرة المطلقة علي مسألة خالفها جمهور القدماء وجل المحدثين وأساطين المتأخرين بل رأينا كثيرا من كتب الأصول خالية عن ذكر هذه المسألة ولعل المتتبع يجد صدق ما قلناه ونقلناه۔

(فصل الخطاب ص37)

ترجمہ: ان چار علماء کا انکار ہمارے لئے حجت نہیں کیونکہ متقدمین شیعہ علماء میں سے سوائے ان چار کے کسی سے بھی اس عقیدہ تحریف میں اختلاف منقول نہیں۔ محقق کاظمی نے جو دعوی کیا ہے کہ عدم تحریف پر شیعت کا اجماع ہے تو یہ انکی بہت بڑی جرات ہے کیونکہ ہماری اصولی کتب اس مسئلہ یعنی عدم تحریف قرآن کے قول سے خالی ہیں۔

نعمۃ اللہ الجزائری لکھتے ہیں:

والظاهر أن هذا القول إنما صدر منهم لأجل مصالح كثيرة، منها سد باب الطعن عليها بأنه إذا جاز هذا في القرآن فكيف جاز العمل بقواعده وأحكامه مع جواز لحوق التحريف لها، وسيأتي الجواب عن هذا، كيف وهؤلاء الأعلام رووا في مؤلفاتهم أخبارا كثيرة تشتمل على وقوع تلك الأمور في القرآن وأن الآية هكذا نزلت ثم غيرت إلى هذا۔

(الانوار النعمانية 2/358)

ترجمہ: ان چار علماء کا انکار کئی مصالح کی وجہ سے (بطور تقیہ) تھا، ان میں سے ایک مصلحت اس طعن کا سدِ باب کرنا تھا کہ جب قرآن میں تحریف ہوئی ہے تو اسکے قواعد اور احکام پر عمل کیونکر جائز ہے؟ ورنہ تو شیعہ محدثین کی کتب تحریف پر مشتمل احادیث سے بھری پڑی ہیں کہ فلاں آیت یوں نازل ہوئی تھی اور بعد میں اس

میں یہ تبدیلی کی گئی۔

ان محققین علماء کی یہ تاویل کہ مذکورہ چار علماء نے تقیةً انکار کیا ہے نہ کہ بطور عقیدہ بالکل درست ہے اور اس پر کئی قرائن موجود ہیں:

1. شیخ المفید جو ان چار علماء میں سے تین علماء (شیخ صدوق، شیخ مرتضی، شیخ طوسی) کے شاگرد ہیں، انکا عقیدہ تحریفِ قرآن کا ہے اور کھل کر اس نے اسکا اقرار کیا ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا)، لہذا اگر مذکورہ چار علماء کا عقیدہ واقعی عدمِ تحریف کا ہوتا تو ان کے یہ مایہ ناز شاگرد کبھی بھی ان کی مخالفت نہ کرتے۔
2. ان چار علماء میں سے کسی ایک نے بھی اپنے ان علماء کی تکفیر نہیں کی ہے جن سے صراحتاً تحریف کا عقیدہ ثابت ہے اور کتابوں میں اسکا اقرار کیا ہے۔ بلکہ الٹا ان علماء و محدثین کو بڑے القابات کیساتھ یاد فرمایا ہے۔
3. ان چاروں میں سے کسی ایک نے بھی اپنے ائمہ میں سے کسی ایک امام سے متصل سند کیساتھ عدمِ تحریف پر کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔
4. مذکورہ چار علماء سے خود بھی تحریفِ قرآن کا نظریہ منقول ہے، مثلاً شیخ صدوق لکھتے ہیں: ان سورة الأحزاب فضحت نساء قريش من العرب وكانت أطول من سورة البقرة ولكن نقصوها وحرفوها (ثواب الأعمال ص139) کہ سورة نساء سورہ بقرہ بڑی تھی لیکن اس میں کمی کر کے تحریف کی گئی ہے۔

شیخ طوسی اپنی کتب "رجال كشي" اور "تهذيب الاحكام" میں تحریف والی روایات نقل کر کے ان پر سکوت اختیار کرتے ہیں، کسی بھی روایت پر نقد نہیں کرتے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان روایات سے وہ متفق ہیں۔

نیز "كتاب التبيان" جو طوسی کی تصنیف ہے، اس میں وہ اس عقیدہ کی نفی کرتے ہیں لیکن ان کے پوتے ابن طاوس کہتے ہیں کہ یہ پوری کتاب ہمارے دادا نے تقیةً لکھی تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں انہوں ائمہ اہل السنت ہی اقوال نقل کئے ہیں، محمد تقی النوری لکھتے ہیں:

"لا يخفى على المتأمل في كتاب التبيان – وهو الكتاب الذي

ادعى فيه الطوسي بأن القرآن غير محرف – أن طريقته فيه على نهاية المداراة والمماشاة مع المخالفين، فإنك تراه اقتصر في تفسير الآيات على نقل كلام الحسن وقتادة والضحاك والسدي وابن جريج والجبائي والزجاج وابن زيد وأمثالهم ولم ينقل عن أحد من مفسري الإمامية ولم يذكر خبرا عن أحد من الأئمة عليهم السلام إلا قليلا في بعض المواضع لعله وافقه في نقله المخالفون بل عد الأولين في الطبقة الأولى من المفسرين الذي حمدت طرائقهم ومدحت مذاهبهم وهو بمكان من الغرابة لو لم يكن على وجه المماشاة فمن المحتمل أن يكون هذا القول منه نحو ذلك ومما يؤكد كون وضع هذا الكتاب على التقية ما ذكره السيد الجليل علي بن طاووس في سعد السعود وهذا لفظه: نحن نذكر ما حكاه جدي أبي جعفر بن الحسن الطوسي في كتاب التبيان وحملته التقية على الاقتصار عليه من تفصيل المكي من المدني والخلاف في أوقاته۔"

(فصل الخطاب ص37)

الغرض اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ شیعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے، اور اصلی قرآن ان کے امام غائب کے ساتھ غائب ہو گیا ہے، بالفرض اگر کوئی شیعہ اس عقیدہ کا شیعت کی طرف نسبت کا انکار کرتا ہے تو وہ انکار تب معتبر ہو گا جب وہ ان شیعہ علماء و محدثین کی تکفیر کرے جنہوں نے کھل کر اس عقیدہ کا اقرار کیا ہے اور باقاعدہ اپنی کتابوں میں عنوانات باندھ کر روایات اور اقوال نقل کیئے ہیں ورنہ تو یہ تقیہ شمار ہو گا۔

○○○○○○

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (قسط:۲)

# بدعاتِ اہلحدیث

## 11: چار سے زائد نکاح

نواب نور الحسن خان غیر مقلد نے تفصیلی بحث کی ہے کہ چار سے زیادہ نکاح بھی جائز ہیں۔(تفصیل کے لیے دیکھیں عرفُ الجادی، ص 111-112)

اسی طرح ان کے والد نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے بھی کہا ہے کہ چار سے زائد نکاح جائز ہیں۔

(ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی، ص296، ناشر: دار ابن حزم)

یہ بھی گروہ اہلحدیث کی بدترین بدعت ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ نہ صرف شریعت کے واضح حکم کے خلاف ہے بلکہ امت کے اجماعی فہم کو بھی چیلنج کرتا ہے۔ قرآن کی آیت "فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ" میں چار کی حد واضح ہے، اس سے تجاوز کرنا شریعت کی حد شکنی ہے۔ ایسی رائے محض خواہشاتِ نفس یا غیر معتبر اجتہاد کا نتیجہ ہے، اور یہی بدعت کی پہچان ہے دین میں ایسی بات شامل کرنا جو نبی ﷺ اور صحابہ ؓ سے ثابت نہ ہو۔

## 12: جمعہ کی نماز سے معافی

نواب نور الحسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"وبر بعید المکان واجب نیست اگرچہ نداء بشنود بنابر مزید مشقت دواں"(عرف الجادی، ص 41)

کہ اگر کسی کا گھر مسجد سے کچھ فاصلے پر ہو، اگرچہ وہ اذان سن لے، تو مشقت کی وجہ سے اس پر جمعہ واجب نہیں۔

سبحان اللہ! جب کوئی غیر مقلد بغیر اجتہاد کے اپنی مرضی کا فتویٰ دینے لگے تو ایسے ہی دین کے اصول بدلنے لگتا ہے۔ یہ رائے نہ صرف سنتِ نبوی کے خلاف ہے بلکہ صحابہ ؓ کے تعامل سے بھی متصادم ہے۔ اذان سننے کو ہی شرعاً نماز کے وجوب کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ مشقت کا بہانہ بنا کر فرض عبادت کو ساقط کرنا دین میں نئی راہ نکالنا ہے اور یہی بدعت ہے۔

## 13: تراویح دو رکعت

امین اللہ پشاوری غیر مقلد کا کہنا ہے:

"تراویح دو رکعت بھی ہو سکتی ہے" (کیسٹ سوال وجواب)

آخر یہ کس آیت یا حدیث میں آیا؟ یہ دعویٰ تراویح کی سنتِ مؤکدہ کی توہین اور امت کے متواتر عمل کو توڑنے کے مترادف ہے۔ 20 رکعت تراویح پر امت کا مسلسل اجماع رہا ہے، اس میں کمی کی گنجائش نکالنا حتیٰ کہ دو رکعت کی جواز کا فتویٰ دینا محض اپنی فقہی شناخت کے لیے اصول بدلنا ہے۔

## 14: قربانی کے دن بیس دن

مولانا بشیر سہوانی غیر مقلد نے اپنی کتاب ایام النحر میں لکھا کہ قربانی کے دن 10 ذوالحجہ سے لے کر آخر ذوالحجہ تک ہیں یعنی قربانی بیس دن تک ثابت کرنے کی کوشش میں ایک کتاب بنام "ایام النحر" لکھی ہے۔

(دیکھیے: ہفت روزہ اہلحدیث، لاہور، 7 مارچ 1997، ص 25)

واہ بھئی! پیٹ کے شوقین حضرات! یہ کون سا "بیس دن کا عید الاضحیٰ" ایجاد کر دیا؟ یہ بات بھی نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ سنت سے، نہ صحابہؓ کے عمل سے۔ شریعت میں ایامِ نحر تین دن متعین ہیں (10، 11، 12 ذوالحجہ)۔ اس میں بیس دن کا اضافہ محض ایک بے بنیاد اختراع اور بدعت ہے، جس کا مقصد شریعت کی حد بندیوں کو توڑنا ہے۔

## 15: ماں باپ کو زکوٰۃ دینا

نواب نور الحسن خان غیر مقلد کے مطابق عموم و خصوص کے دلائل سے والدین کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ادلہ عموماً و خصوصاً باشند بجواز دفع زکوٰۃ بسوئے اُصول و فروع"

(عرف الجادی، ص 72)

ترجمہ: "دلائل عام اور خاص دونوں زکوٰۃ والدین اور اولاد کو دینے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔"

یاد رہے: یہاں "اُصول" سے مراد والدین اور "فروع" سے مراد اولاد ہے۔ یعنی مصنف کے مطابق، عام اور خاص دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ اپنے والدین یا اولاد کو دی جا سکتی ہے۔ یہ موقف براہِ راست حدیثِ نبوی ﷺ کے خلاف ہے جس میں والدین کو زکوٰۃ دینا منع کیا گیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ فقراء کے لیے ہے اور والدین کا خرچ اولاد پر فرض ہے۔ اس اصول کو بدلنا فقہ کے بنیادی ڈھانچے کو بگاڑنا ہے۔

## 16: بھینس کی قربانی

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض فقہاء نے بھینس کو گائے کی ہم جنس قرار دیتے ہوئے بھینس اور بھینسے کی قربانی بھی جائز قرار دی ہے مگر یہ ایک قیاس ہے آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور خیر القرون میں ثبوت نہیں ملتا"

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور 2مارچ 2001)

خود غیر مقلد نے مانا کہ بھینس خیر القرون کے زمانہ میں نہیں تھا یہ ویسے قیاسی حلال ہے تو جو چیز خیر القرون میں نہیں تھی، اور قیاس پر ایک چیز حلال بھی نہیں ہوتی اور پھر بھی اس کی اجزاء کو حلال کہتے ہیں تو کیا اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا؟

توصیف الرحمن زیدی غیر مقلد بھی عدم جواز کی طرف مائل ہے جس کی ویڈیو یوٹیوب پر موجود ہے۔

عبد القادر حصاری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بهيمة الأنعام کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں، دنبہ، بکری، اونٹ، گائے، بھینس ان چار میں نہیں اور قربانی کے متعلق حکم ہے بهيمة الأنعام سے ہو اس بناء پر بھینس کی قربانی جائز نہیں"

(فتاوی حصاریہ ج5 ص439)

اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی "مقالات" میں یہ بات کی ہے کہ یہ اسلاف سے ثابت نہیں ہے۔ تو غیر مقلدین اپنے اس نظریہ مذکورہ کے مطابق اس کے برخلاف عمل کو جایز و کارِ ثواب قرار دینا کیا یہ بدعت سے کم عمل ہے؟ یہی وہ تضاد ہے جس پر بارہا کہا گیا کہ "جو چیز خیر القرون میں نہ ہو اور اس کے باوجود اسے دین میں داخل کیا جائے، وہ بدعت ہے"۔ اگر اپنے اصول پر چلیں تو بھینس کی قربانی کو فوراً بدعت قرار دینا چاہیے، لیکن یہاں ذاتی مفاد آڑے آتا ہے۔

## 17: مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کو برا سمجھنا

سلف کا معمول مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا تھا، مگر غیر مقلدین بڑی بڑی بدنما داڑھیاں رکھتے ہیں اور جو مٹھی سے زائد کاٹے اسے برا سمجھتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل سلف کے عمل کے خلاف اور غیر مقلدانہ ضد کی ایک مثال ہے۔ اگر سلف کے مطابق چلتے تو داڑھی کاٹنے کو برا کہنا چھوڑ دیتے۔ سنتِ صحابہؓ کو ترک کر کے بلکہ اس کا ایسے منکر کہ

اسے عیب سمجھنا ایک فکری بدعت ہے۔

## 18: مطلق تقلید کو برا کہنا

غیر مقلدین تقلید کو بدعت یا شرک کہتے ہیں، مگر خود اپنے اکابر کی تقلید کرتے ہیں، جیسے امین اللہ پشاوری نے امام بخاریؒ کی تقلید کا اعتراف کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

"ہم امام بخاریؒ کے احادیث کے متبعین اور مقلدین ہیں"

(التحقیق السدید ص83، د تقلید حقیقت او د مقلدینو اقسام ص244)

**نوٹ:** امین اللہ پشاوری صاحب کی کتاب "د تقلید حقیقت او د مقلدینو اقسام" کا اردو ترجمہ ان کے مناظر مولانا نصیب شاہ سلفی صاحب کراچوی کی نگرانی میں شائع ہوئی ہے بنام "حقيقة التقليد واقسام المقلدين" جس کا مترجم "مولانا فاروق حیدر" نامی ہے اس میں یہ عبارت بالکل سعودی کا کھجور سمجھ کر ہڑپ کیا ہے۔

اور مولانا ابو الاشبال احمد شاغف صاحب لکھتے ہیں:

"میں پکا مقلد ہوں کتاب وسنت کی تقلید سے آگے نہیں پڑھتا"

(مقالات شاغف ص284)

اور ثناء اللہ امرتسری نے تقلیدِ مطلق کو اہلحدیث کا مذہب قرار دیا ہے چناچہ لکھتے ہیں:

"تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعین کسی عالم سے مسئلہ ہوچھ کر عمل کیا جائے جو اہلحدیث کا مذہب ہے"

(فتاوی ثنائیہ ج1 ص254)

اس موضوع پر ہمارے ساتھ کثیر تعداد میں حوالہ جات ہے اسی موضوع پر میرا ایک مضمون "تقلیدی اہلحدیث" بھی ماہنامہ ترجمان احناف میں طبع ہوچکا ہے الحمد للہ۔

الغرض یہ کھلا تضاد ہے اپنی تعریف کے مطابق تو یہ بھی بدعت میں آتے ہیں۔ اپنے اصول پر دوسروں کو بدعتی کہنا آسان، مگر خود پر وہ اصول لاگو کرنا گوارا نہیں۔

## 19: نماز میں پاؤں زیادہ کھولنا

غیر مقلدین نماز میں اتنا پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں کہ صف میں کئی افراد کی جگہ گھیر لیتے ہیں۔ یہ فعل نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ سنت سے، نہ سلف کے عمل سے۔ اس پر اصرار ایک نیا طریقہ ایجاد کرنا ہے، جو عبادات میں بدعت کے زمرے میں آتا ہے۔

## 20: مستحب عمل کو لازم پکڑنا

امین اللہ پشاوری غیر ولد نے یہ اصل لکھا ہے:

"جو شخص مستحب عمل کو ضروری سمجھے تو وہ بدعت ہو گی"

(الحق الصریح ج4 ص411)

یہی پشاوری صاحب ایک جگہ رفع الیدین کو مستحب کہا ہے (دیکھیے الحق الصریح ج4 ص66)

اب یہی مستحب عمل (بقول ان کے) انہی کے اکابر نے التزام کے درجہ کو پہنچایا ہے، چناچہ غیر مقلدین کے محقق کبیر و مناظر رئیس ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"بوقت رکوع جھکتے اور اٹھتے بھی رفع الیدین فرض وواجب ہے"

پھر لکھتے ہیں:

"بوقت رکوع رفع الیدین والا فرض بھی انجام نہ دینے کے سبب سارے دیوبندیہ کی نماز باطل و کالعدم ہوتی ہے"

(مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ ص246)

اسی طرح مسعود احمد غیر مقلد رفع الیدین کی فرضیت پر مستقل رسالہ لکھی ہے بنام "ہمارے نامور علماء علم کی کسوٹی پر رفع الیدین فرض ہے" طبع کراچی۔ اور محمد رفیق پسروری صاحب لکھتے ہیں:

"رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفع الیدین کا مسئلہ نماز کے ارکان سے تعلق رکھتا ہے ---بلکہ راقم الحروف کے عقیدے کے مطابق تارک کی نماز ہی نہیں ہوتی"

(فتاوی رفیقیہ ص135)

مولانا امان اللہ عاصم صاحب لکھتے ہیں:

"اگر رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھے گا تو اس کی نماز ہر گز قبول نہ ہو گی"

(مجرم کون صفحہ 38)

اور عبد اللہ روپڑی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ نماز میں نقص آئے"

(فتاوی اہلحدیث ج1 ص463)

یہ اپنا ہی معیار اور اصول بدعت کا سب سے بڑا سبب بنتا ہے۔

**21: تراویح کا لفظ**

عبد المتین میمن جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”تراویح کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں استعمال نہیں ہوتا تھا“

(حدیثِ خیر وشر، ص ۵۱)

یعنی "تراویح" کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رائج نہ تھا۔ حالانکہ غیر مقلدین خود بھی یہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اب چاہیے کہ غیر مقلدین اپنی ہی تعریفِ بدعت بنائیں اور پھر اس مسئلے میں بھی اسے فٹ کریں۔

یہاں غیر مقلدین کی علمی کمزوری واضح ہے۔ اگر "لفظ تراویح" کا استعمال نہ ہونا بدعت ہے، تو پھر ان حضرات کو چاہیے کہ وہ بھی یہ لفظ نہ بولیں۔ لیکن عملاً وہ خود اس لفظ کے سب سے بڑے داعی ہیں۔ گویا ان کے اصول کے مطابق وہ خود بدعتی ہوئے۔

**22: لفظ "اللہ" کے ساتھ ذکر**

غیر مقلدین کا نظریہ ہے کہ لفظ "اللہ" کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے۔

(البنیان المرصوص، ص ۲۴؛ الحق الصریح، ج ۱، ص ۲۳۲ و ۲۵۰ وغیرہ)۔

لیکن یہی لفظ "اللہ" وہ خود بھی استعمال کرتے ہیں، اور ذکر بھی اسی پر کرتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ "اللہ اللہ" کہا کرو۔

مثال کے طور پر عبد العظیم انصاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مولانا عبد الرحمن زیادہ تر خدا کی یاد میں مشغول رہتے تھے، بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے، حلقہ ذکر میں صرف "اللہ" کی آواز سے لوگ بے ہوش ہو جاتے“

(تذکرۂ علماء بھوجیان، ص ۳۲۶)

مزید لفظ "اللہ اللہ" کے ساتھ ذکر دیکھیے: (حدیث خیر وشر، ص ۴۶؛ تقاریر وخطابات از ابو بکر غزنوی، ص ۲۱؛ مولانا عبد الوہاب اور ان کا خاندان، ص ۸۶، ۸۷، ۳۷؛ دار الحدیث رحمانیہ دہلی، ص ۶۰، ۶۹، ۱۰۶؛ برصغیر میں علم فقہ، ص ۳۴۱؛ اہل حدیث وسیاست، ص ۳۰۸)

---

یہاں تضاد کھل کر سامنے آتا ہے۔ لفظ "اللہ" کے ساتھ ذکر کو بدعت کہنا اور پھر اسی پر مجالس ذکر سجانا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ اگر "اللہ اللہ" کہنا بدعت ہے تو غیر مقلدین کے اپنے اکابر سب بدعتی ہوئے۔ اور اگر بدعت نہیں تو پھر دوسروں پر تہمت کیوں؟

یہی ہے وہ علمی دوغلاپن جسے دیکھ کر کہا جاسکتا ہے:

عیبِ غیر نظر آئے، نظر آئے نہ اپنا
یہ اندھی تقلید ہے یا کوئی نرالا تماشا؟

## 23: مجلسِ ذکر

غیر مقلدین اہلِ حق صوفیاء کی مجالسِ ذکر کو بدعت کہتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے مشائخ بھی مجالسِ ذکر کے قائل اور عامل تھے۔ مثلاً عبدالحفیظ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"احباب جانتے ہیں کہ حضرت مولانا سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ کے ہاں ہر جمعرات مجلسِ ذکر منعقد ہوتی تھی"

(تقاریر وخطابات، ص ۵۲)۔

یہاں بھی وہی تضاد ہے ایک طرف صوفیاء کی مجالسِ ذکر کو بدعت کہنا، دوسری طرف اپنے اکابر کی مجلسِ ذکر کو عین دینی شعار بتانا۔ اگر یہ بدعت ہے تو ان کے اکابر بدعتی، اور اگر سنت یا جائز ہے تو پھر دوسروں پر اعتراض کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ ان کی علمی دنیا خود ساختہ اصولوں کے تضاد سے بھری پڑی ہے۔

## 24: سر ننگا کرکے نماز پڑھنا

غیر مقلدین بغیر ٹوپی کے نماز کو بلا کراہت جائز بلکہ سنت کہتے ہیں۔ (رحمتِ عالم، ص ۲۲) بلکہ ان کے شیخ التفسیر مفتی عبدالرحمن غیر مقلد نے مستقل ایک کتاب لکھی بنام "کون کہتا ہے کہ ننگے سر نماز نہیں ہوتی؟"۔ حالانکہ ان کے بعض اکابر نے صاف لکھا ہے کہ سر ننگا کرکے نماز پڑھنا کفار کی مشابہت ہے (دیکھیے: امین اللہ پشاوری غیر مقلد کی کتاب فتاویٰ الدین الخالص، ج ۱، ص ۳۰۱، پشتو)

یہاں تضاد اور بھی نمایاں ہے۔ اگر ننگے سر نماز پڑھنا سنت ہے تو پھر اس کو "کفار کی مشابہت" کہنا کدھر گیا؟ اور اگر یہ مشابہت ہے تو پھر سنت کیسے ٹھہری؟ دراصل یہ حضرات ہر معاملے میں اپنی سہولت کے مطابق اصول بدل لیتے ہیں۔

## 25: رومال دونوں طرف لٹکانا (سدل)

اکثر غیر مقلدین بغیر ٹوپی کے رومال سر پر رکھتے ہیں اور اس کے دونوں کنارے لٹکاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قبیح بدعت ہے، بلکہ حدیثِ پاک میں اس سے ممانعت بھی وارد ہے (ترمذی)

یہ عمل بھی غیر مقلدین کے خود ساختہ اصولوں کا عکاس ہے۔ جو کام سنت یا ثابت نہ ہو، اسے بدعت کے طور پر بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ لیکن جب ان کے اپنے عمل میں وہی بات آجائے تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ سر پر رومال لٹکانا اگر بدعت ہے تو ان کے اکثر لوگ اس بدعت میں مبتلا ہیں۔

؎ عیب ان کو نظر آئے جہاں غیر کرے
اپنی حرکت پہ کیوں ان کو اندھی نظر آئے؟

## ۲۶: غیر عربی زبان میں جمعہ کا خطبہ دینا

غیر مقلدین جمعہ کے خطبے غیر عربی زبان میں پڑھتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ کے زمانے میں عرب و عجم سب موجود تھے، لیکن آپ ﷺ نے کبھی وضاحت نہ فرمائی کہ خطبہ غیر عربی زبان میں بھی جائز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خطبہ عربی زبان میں ہونا شرط ہے"

(کتاب الأذکار، ص ۱۰۴)

اسی طرح شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی اسے متفقہ عمل قرار دیا (شرح مؤطا امام مالک، ج ۱، ص ۱۵۴)۔

غیر مقلدین کے ممدوح علامہ عبد الحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے"

(عمدۃ الرعایہ شرح وقایہ، ج ۱، ص ۲۰۰)

یہاں بھی غیر مقلدین اپنے ہی اصول کے خلاف چلتے ہیں۔ اگر غیر عربی خطبہ بدعت ہے تو ان کے اکثر اکابر اور ائمہ اسی بدعت میں مبتلا ہیں۔ اور اگر وہ جائز ہے تو دوسروں پر طعن و تشنیع کیوں؟ یہ علمی تضاد دراصل ان کے منہج کی کمزوری کا مظہر ہے۔

؎ اپنے اقوال میں خود کو جکڑتے گئے
دوسروں کو بدعتی کہہ کے بگڑتے گئے

## ۲۷: اصول و فروع کی تقسیم

غیر مقلدین مسائل کو "اصول و فروع" میں تقسیم کرنا بدعت کہتے ہیں۔

جیسے امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"دینی مسائل کو اصولی و فروعی تقسیم کرنا بدعت ہے"

(التحقیق السدید، ص ۴۶)

لیکن دوسری طرف انہی کے اکابر یہی تقسیم استعمال کرتے ہیں۔

چنانچہ مولانا محمد شاہجہانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اصول و فروع دونوں میں حدیث ہی معیار ہے"

(الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۳۸۳، ۳۸۴)

اسی طرح ابو الاشبال احمد شاغف غیر مقلد کہتے ہیں:

"اس مجددِ وقت (ابن حزم) نے اصول و فروع پر کثیر تصانیف چھوڑیں"

(مقالات شاغف، ص ۱۸۹)

اور اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہم اصول، فروع، فرائض، نوافل، سنن اور واجبات سب کو دین کا حصہ سمجھتے ہیں"

(مقالات حدیث، ص ۹۴)

یہاں تو واضح دوغلا پن ہے۔ ایک طرف اصول و فروع کی تقسیم کو بدعت کہنا، اور دوسری طرف اپنے محققین اور اکابر سے بار بار اسی تقسیم کا استعمال کرنا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا علمی ڈھانچہ تضادات پر قائم ہے۔

ؔ ایک بات دو زبانوں سے نکلی الگ الگ
یہاں بدعت بنی، وہاں دین کا حصہ

## ۲۸: ابتداء بالتلاوت

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجلس یا تقریر کی ابتدا تلاوت سے کرنا بدعت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود ان کی مجالس میں ابتدا تلاوت سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر محمد رمضان یوسف سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"تقریر سے پہلے تلاوتِ کلام پاک ضروری تھا"

(مولانا عبد الوہاب اور ان کا خاندان، ص ۱۴۴)

اسی طرح:

"ایک قاری نے اپنی قراءت سے جلسے کی ابتدا کا اعلان کیا"

(دار الحدیث رحمانیہ دہلی، ص ۱۰۷)۔

اور:

"پروگرام رات ۹ بجے حافظ عبد المتین کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا"

(ہفت روزہ اہل حدیث، ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۵، ص ۶)۔

"نمازِ ظہر کے بعد جامع مسجد میں قاری محمد ریاض صاحب کی تلاوت سے تقریب کا آغاز ہوا"

(ہفت روزہ الاعتصام، ج ۶۷، شمارہ ۲۵، ص ۳۰)

یہ بھی بدترین تضاد ہے۔ اگر ابتدا با تلاوت بدعت ہے تو ان کی تمام مجالس و پروگرام بدعتی ہوئے۔ اور اگر یہ جائز ہے تو دوسروں پر اعتراض کیوں؟

یہ دوہرا معیار ان کے منہج کی بنیاد کو ہی مشکوک بناتا ہے۔

## ۲۹: "سلفی" یا "اثری" نام رکھنا

آج کل غیر مقلدین اپنے نام کے ساتھ "سلفی" یا "اثری" لگاتے ہیں۔ حالانکہ نہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ اس لیے ان کے اپنے اصول کے مطابق یہ بھی بدعت ہے۔ یہاں بدعت کی تعریف بالکل ان پر صادق آتی ہے۔ خود ساختہ نام اور لاحقے لگا لینا کہاں سنت سے ثابت ہے؟ اگر ہر وہ چیز جو زمانہ نبوی میں نہ تھی بدعت ہے تو "سلفی" اور "اثری" کا لاحقہ بھی بدعت ہوا۔ یہ نام دراصل علمی کمزوری کو چھپانے اور اپنے لیے الگ شناخت بنانے کا حربہ ہے۔

## ۳۰: تعویذ

غیر مقلدین مطلقاً تعویذ کو بدعت کہتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے اس دعوے کے مطابق یہ "بدعت" ان کے اپنے گھرانوں اور اکابر کے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔

چنانچہ محمد رمضان یوسف سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مولانا بھی، اور مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا عبد القہار اور بہت سے جماعتی و غیر جماعتی علماء شرعی تعویذات کے قائل ہیں"

(مولانا عبد الوہاب اور ان کا خاندان، ص ۳۰۱)

اسی طرح غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل، مولانا نذیر حسین دہلوی صاحب بھی تعویذ کے جواز کے قائل تھے۔ وہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

" تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا جائز ہے، کوئی حرج نہیں ہے "

(فتاویٰ نذیریہ، ج ۳، ص ۲۹۷)

یعنی تعویذ لکھنا اور گلے میں لٹکانا بالکل جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

مزید یہ کہ غیر مقلدین کے "مجدّدِ وقت "نواب صدیق حسن خان نے مستقل ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے "کتاب التعویذات " اس میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"جس عورت کو دردِ زہ ہو تو کاغذ پر یہ آیت لکھے: **والقت ما فيها وتخلّت واذنت لربّها وحقّت**، اور اس پرچے کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بائیں ران پر باندھ دے، تو وہ جلد بچہ جن لے گی۔"

(کتاب التعویذات، ص ۱۱۳)

اسی طرح غیر مقلدین کے اکابر میں سے متعدد نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، مثلاً:

طالب الرحمن غیر مقلد نے " تعویذ کی شرعی حیثیت " نے کر اپنے ہی علماء کے موقف کو جوتے کی نوک پر رکھ دی ہے۔ بلکہ اس موضوع پر مستقل مناظرہ بھی کیا ہے اور وہ مناظرہ کتابی شکل میں بھی لکھ چکا ہے دیکھیے: "روائیدادِ مناظرہ تعویذ"۔ ان تمام نکات کے مطالعے سے ایک حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے:

غیر مقلدین کا طرزِ عمل دوہرا ہے۔

جب عوام کے سامنے بات کرتے ہیں تو "بدعت بدعت " کا شور مچاتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے اکابر کے اقوال و افعال انہی چیزوں سے بھرے پڑے ہیں جنہیں یہ بدعت کہتے ہیں۔ اس طرح ان کے ہاں قول و فعل کا تضاد

نمایاں ہے۔

## ۳۱: "بدعت" کا بے جا استعمال

شریعت میں بدعت اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو۔ مگر غیر مقلدین نے بدعت کا مفہوم اتنا وسیع کر دیا ہے کہ ہر اختلافی مسئلے پر یہ الزام تھوپ دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اصل بدعت کو پہچاننے کے بجائے امت میں انتشار اور بدگمانی پھیلتی ہے۔

## اکابر غیر مقلدین کے اقوال ان کے اصول کے خلاف

چاہے وہ رومال لٹکانا ہو، غیر عربی خطبہ، اصول و فروع کی تقسیم، ابتداء بالتلاوت، سلفی / اثری جیسے نام یا تعویذ... ہر مسئلے میں ان کے بڑے علماء نے یا تو اسے جائز کہا ہے یا خود اس پر عمل کیا ہے۔ گویا عوام کے لئے ایک معیار اور اکابر کے لئے دوسرا معیار رکھا گیا ہے۔

**خلاصہ:**

غیر مقلدیت کا یہ طرزِ فکر دراصل امت میں اضطراب اور خلفشار پیدا کرتا ہے۔ اگر ان کے اصول کو مانا جائے تو سب سے پہلے ان کے اپنے اکابر "بدعتی" قرار پاتے ہیں اور اگر اکابر کا عمل و قول حجت ہے (جیسا کہ ہونا چاہیے) تو پھر دوسروں پر "بدعت" کا شور مچانے کی کوئی گنجائش نہیں بچتی۔ اللہ تعالی ہمیں غیر مقلدیت بدون اجتہاد اور بدعات سے بچا کر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین

(جاری)

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ

# کیا ۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں قادیانیوں نے تحذیر الناس کو پیش کیا تھا؟

(بریلوی مفتی الطاف خان تونسوی کے دھوکے کا جواب)

چند روز قبل مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب نے مولانا شاہ احمد نورانی کے حوالے سے یہ بیان ریکارڈ کروایا تھا کہ کئی سالوں سے بریلوی علماء اپنی عوام سے جھوٹ بولتے آرہے ہیں کہ 1974ء کی اسمبلی میں قادیانیوں نے تحذیر الناس کو اپنے حق میں پیش کیا تھا اور یہی جھوٹ انکے مولانا نورانی نے بھی اپنی عوام کو سنایا ہے۔ حالانکہ قومی اسمبلی کی مکمل کاروائی حکومت کی طرف سے اب شائع ہو چکی ہے جسے شوق ہو وہ پڑھ سکتا ہے اور اس مکمل کاروائی میں بریلویوں کا یہ جھوٹ کہیں سے بھی ثابت نہیں۔

مولانا ساجد خان صاحب کی اس وڈیو کے بعد بریلویوں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی کہ جو جھوٹ اتنے سالوں سے عوام میں پھیلایا جارہا تھا اسکی اصلیت اب سامنے آچکی اور ساتھ مولانا نورانی پر بھی اعتراض ہونا شروع ہو گیا کیونکہ یہ جھوٹ سب سے پہلے انہی کی طرف سے بولا گیا تھا۔

اس پر ایک وڈیو ہماری نظر سے گزری جس میں ایک شخص جسکا دعویٰ ہے کہ وہ بریلوی مفتی (الطاف خان) ہے لیکن اسکے گھٹیا انداز بیاں اور اسکے بدن ہلا ہلا کر اور ہاتھ نچا نچا کر بات کرنے سے ہمیں وہ کوئی ٹرک ڈرائیور لگ رہا تھا۔ بہر حال اس مفتی نے اپنے تائیں اس بات کا ثبوت پیش کیا تھا کہ 1974ء کی اسمبلی میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب تحذیر الناس کو اپنے حق میں بطور دلیل پیش کیا تھا۔

قارئین کرام! مفتی الطاف خان نے یہ وڈیو مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب کے جواب میں ریکارڈ کروائی تھی اور ساتھ اپنے مولانا شاہ احمد نورانی کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ مولانا نورانی کا یہ کہنا کہ مرزا ناصر نے اسمبلی میں تحذیر الناس کو اپنے حق میں پیش کیا تھا یہ بات سچ ہے۔" اس پر مفتی الطاف نے قومی اسمبلی کی کاروائی سے چند حوالے پیش کیے جنکا جواب ہم آگے چل کر پیش کریں گے لیکن اس سے قبل ہم مولانا نورانی کا وہ جھوٹ جو وہ تحذیر الناس کے حوالے سے سناتے تھے اسے من و عن نقل کریں گے تاکہ آپ حضرات کو نفس مسئلہ سمجھ آسکے۔

سب سے پہلے مولانا نورانی کا بیان ملاحظہ فرمائیں

"مرزا ناصر نے ایک روز کہا کہ ایک مسئلہ اور ہے کہ آپ جو بحث کر رہے ہیں کہ کوئی نبی تشریحی نہیں، ظلی نہیں، فلاں نہیں فلاں نہیں یہ کتاب "تحذیر الناس" ہے اس میں مولوی قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے اگر بالفرض حضور علیہ سلام کے بعد کوئی نبی آجائے تو حضور سے صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر مگر، میں نے کہا کہ اس کا جواب یہ دیں گے۔ (یعنی مفتی محمود وغیرہ۔ ناقل) ان سے پوچھئے، یہ مفتی محمود صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ غلام غوث ہزاروی بیٹھے ہیں۔ عبد الحکیم صاحب بیٹھے ہیں یہ ان کی ٹیم ہے۔ ان کے سر جھک گئے مگر ان کے پاس مرزا ناصر کے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا وہ جواب نہ دے سکے۔

الحمد اللہ اس وقت میں سینہ تان کے آگے بڑھا۔ میں نے کہا کہ جو یہ کہے وہ بھی کافر ہے اور جو وہ کہے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس بات کا فیصلہ ہمارے اکابر برسوں پہلے کر چکے ہیں یہ فیصلہ چھپ چکا اور ہم ایسی عبارتوں اور عقائد کو کفریہ سمجھتے ہیں لہذا اس طرح کی عبارتوں کے لیے کوئی نرمی یا لچک پیدا نہیں کی جا سکتی۔ اس وقت الحمد للہ اہل سنت عقیدہ نکھر کر سامنے آیا۔"

(بحوالہ روئیداد قرارداد ختم نبوت مولانا شاہ احمد نورانی کی زبانی)

قارئین کرام! مولانا نورانی کا یہ بیان آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ مولانا نورانی کا اور دیگر بریلوی علماء کا صرف یہ دعویٰ نہیں ہے کہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے تحذیر الناس کتاب کو پیش کیا تھا بلکہ اس کے ساتھ انکا یہ دعویٰ بھی ہے کہ

"اسمبلی میں علماء دیوبند کے سر جھک گئے اور وہ جواب نہ دے سکے جس پر مولانا نورانی سینہ تان کر آگے ہوئے اور انہوں نے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کو جواب دیا۔"

یہ ہے انکا اصل دعویٰ جس پر یہ تمام بریلوی حضرات بہت فخر کرتے ہیں اور اس جھوٹ کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کیونکہ یہ واقعہ قومی اسمبلی کی کاروائی میں کہیں پر بھی موجود

نہیں اور بریلوی مفتی الطاف نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسے ہی سچا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اب ذرا مفتی الطاف کے دیے گئے دھوکوں کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

**پہلا دھوکہ:** مفتی الطاف کی طرف سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شائع کردہ قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ کے صفحہ 9 کی عبارت پیش کی گئی، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک بار محترمہ بینظیر بھٹو کے عہد حکومت میں قومی اسمبلی کے ریکارڈ روم میں آگ بھڑک اٹھی۔ جو ریکارڈ جل گیا ان میں وہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا آڈیو ریکارڈ بھی تھا۔"

(قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ جلد اوّل صفحہ 9)

اس عبارت کو پیش کر کے مفتی الطاف نے یہ دعویٰ کیا کہ "قومی اسمبلی کی کاروائی مکمل نہیں بلکہ ناقص کاروائی ہے۔"

اس حوالے کو پیش کر کے مفتی الطاف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مولانا نورانی کا جو تحذیر الناس سے متعلق بیان ہے وہ ریکارڈ میں تھا لیکن جل کر ضائع ہو گیا۔

**جواب:** قارئین کرام! قومی اسمبلی کی کاروائی سے متعلق کل تک جو دعویٰ قادیانی کرتے تھے آج وہی دعوے یہ بریلوی کر رہے ہیں اور اسمبلی کی کاروائی کو ناقص قرار دے رہے ہیں وہ بھی صرف اپنے مولانا نورانی کو سچا ثابت کرنے کے لیے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مفتی الطاف نے قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ صفحہ 9 کی جو عبارت پیش کی وہ عبارت نامکمل ہے، مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

"ایک بار محترمہ بینظیر بھٹو کے عہد حکومت میں قومی اسمبلی کے ریکارڈ روم میں آگ بھڑک اٹھی۔ جو ریکارڈ جل گیا ان میں وہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا آڈیو ریکارڈ بھی تھا۔ اس سے تشویش ہوئی کہ قادیانی اس ریکارڈ کو ضائع کرنے کے درپے ہیں لیکن اطمینان تھا کہ وڈیو سے وہ کاغذوں پر منتقل شدہ حصہ ریکارڈ محفوظ تھا۔"

(قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ جلد اوّل صفحہ 9)

قارئین کرام! مفتی الطاف نے اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آدھی عبارت پیش کر کے یہ

تاثر دینے کی کوشش کی کہ چونکہ اسمبلی کا کچھ ریکارڈ جل کر ضائع ہو گیا تھا لہٰذا جوبات مولانا نورانی نے تحذیر الناس کے متعلق کہی تھی وہ بھی اس ریکارڈ میں جل کر ضائع ہو گئی جس کی وجہ سے وہ اسمبلی کی شائع شدہ کاروائی میں درج نہیں ہوئی جبکہ جس عبارت کو مفتی الطاف نے پیش کیا ہے ٹھیک اسی کے آگے یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ "لیکن اطمینان تھا کہ وڈیو سے وہ کاغذوں پر منتقل شدہ حصہ ریکارڈ محفوظ تھا۔"

اصل میں اسمبلی کی کاروائی کا ریکارڈ دو طریقوں سے محفوظ کیا گیا تھا جس میں سے ایک طریقہ وڈیو کی صورت میں تھا اور دوسرا وڈیو سے کاغذوں پر نقل کر کے تحریری صورت میں تھا اور ہمیشہ سے یہی طریقہ کار چلا آرہا ہے۔ آج بھی اگر آپ قومی اسمبلی کی ویب سائٹ پر جائیں تو وہاں پر آپکو مختلف مسائل پر ہونے والی اسمبلی کی کاروائیوں کا ریکارڈ تحریری صورت میں مل جائے گا۔

اسمبلی کی کاروائی ہمیشہ دو طریقوں سے محفوظ کی جاتی ہے۔ پہلی صورت وڈیو کی اور دوسری صورت تحریری طور پر ہوتی ہے۔ اسی طرح 1974ء کی اسمبلی کی کاروائی کا بعض ریکارڈ جو جل گیا تھا وہ وڈیو کی صورت میں تھا البتہ تحریری صورت میں جو ریکارڈ تھا وہ مکمل طور پر بالکل محفوظ تھا اور اسی ریکارڈ کو حکومت نے سکین کر کے انٹرنیٹ پر اپلوڈ کیا تھا۔

اس مفتی الطاف سے اتنی ہمت نہ ہوئی کہ کم از کم اس پوری عبارت کو ہی پڑھ کر سنا دیتا لیکن وہ پڑھتا ہی کیوں؟ کیونکہ جتنی بات اسے اپنے مطلب کی مل رہی تھی اس نے وہ اٹھالی اور جس بات سے جھوٹا ثابت ہو رہا تھا اسے چھوڑ دیا۔

**دوسرا دھوکہ:** قارئین کرام! مفتی الطاف نے قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ جلد 5 صفحہ 2288 کا حوالہ دیتے ہوئے دھوکہ دیا کہ قادیانیوں نے تحذیر الناس کو پیش کیا تھا۔ اس پر اس مفتی الطاف نے جو حوالہ دیا ہے پہلے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

> "مرزا ناصر احمد نے خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ اکبر، ملا علی قاری وغیرہ وغیرہ حضرات کے نام لئے ہیں کہ یہ غیر تشریعی نبوت کو باقی سمجھتے ہیں۔"

(قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ جلد پانچ صفحہ 2288)

اس عبارت میں واضح لکھا ہوا ہے کہ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے قاسم نانوتوی کا نام لیا ہے یعنی کہ اس کی کتاب تحذیر الناس کو اپنے حق میں پیش کیا اور یہ بات مولوی اللہ وسایا نے خود لکھی ہے یعنی کہ دیوبندی بھی اشاروں کنایوں میں یہ بات مانتے ہیں کہ قادیانیوں نے تحذیر الناس کو پیش کیا تھا۔(بریلوی مفتی الطاف خان)

**جواب:** پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے آپ حضرات کے سامنے سب سے پہلے جو مولانا نورانی کا بیان پیش کیا تھا، اس مفتی الطاف کو چاہیے تھا کہ اس بیان کا ثبوت اسمبلی کی کاروائی سے پیش کرتا لیکن اس اندھے کو اندھیرے میں اتنی دور کی سوجھی کہ اس نے مولانا نورانی کا جھوٹا بیان ثابت کرنے کے بجائے یہ دیکھا دیا کہ مرزا ناصر نے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کا نام لیا ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوت کو باقی سمجھتے تھے۔

کہاں یہ بات کہ مرزا ناصر نے مولانا نانوتوی کا نام لیا اور کہاں مولانا نورانی کا یہ جھوٹ کہ "مرزا ناصر نے جب تحذیر الناس کا حوالہ دیا تو میں نے کہا یہ مفتی محمود وغیرہ بیٹھے ہیں ان سے جواب لیں ہمارے نزدیک جو یہ کہے وہ بھی کافر اور جو وہ بات کرے وہ بھی کافر"

اس مفتی الطاف کے دیے گئے حوالے اور مولانا نورانی کے بیان میں زمین آسمان کا فرق آپ خود دیکھ سکتے ہیں۔اس مفتی نے ثابت یہ کرنا تھا کہ مرزا ناصر نے تحذیر الناس پیش کی اور مولانا نورانی نے اسے جواب دیا لیکن اس مفتی نے حوالہ وہ دیا جس میں مولانا عبد الحکیم صاحب مولانا نانوتوی کے نام لینے پر جواب دے رہے ہیں۔ہم پوچھتے ہیں کہ اس مفتی کے پیش کردہ حوالے میں مولانا نورانی کا ذکر کہاں ہوا ہے؟ دیوبندیوں کے سر جھک گئے یہ کہاں ہے؟ مولانا نورانی نے آگے ہو کر جواب دیا کہ جو یہ کہے وہ بھی کافر اور جو وہ بات کرے وہ بھی کافر! یہ بات کہاں لکھی ہوئی ہے؟

مولانا نورانی نے تو اپنے لوگوں کو جھوٹ بول کر یہ تاثر دیا تھا کہ گویا اس کا اور مرزا ناصر کا آپس میں مناظرہ چل رہا تھا کہ اچانک مرزا ناصر نے تحذیر الناس کو پیش کیا تو پھر نورانی صاحب نے جواب کے لیے دیوبندیوں کو آگے کر دیا لیکن دیوبندی لاجواب ہو گئے اور انکا سر جھک گیا جس پر مولانا نورانی نے آگے ہو کر مرزا ناصر کو جواب دیا اور دیوبندیوں کی جان بچائی۔۔۔۔لعنت اللہ علی الکذبین۔

اب دوسری بات یہ ہے کہ اس مفتی کے دیئے گئے دھوکے میں دو باتوں کا امکان ہے۔پہلا یہ کہ یہ مفتی واقعی میں جہالت کا شکار ہے اور اس نے بغیر تحقیق کیے بس مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کا نام دیکھ کر خوشی کے مارے

حوالہ دے چھوڑا یا پھر اس مفتی نے دانستہ طور پر دجل سے کام لیا اور حقیقت کو چھپایا، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قادیانیوں نے قومی اسمبلی میں اپنے عقائد کی وضاحت کے لیے ایک "محضر نامہ" پیش کیا تھا جس کے ساتھ اس کے ضمیمہ جات بھی شامل تھے جن کی کاپیاں بھی ارکان اسمبلی کو دی گئی تھیں۔ اس محضر نامہ میں قادیانیوں نے اپنے باطل عقائد کی وضاحت پیش کی تھے اور ساتھ بزرگان دین کے حوالے بھی دیئے تھے۔ مولانا عبدالحکیم صاحب نے اسی محضر نامہ کا جواب دیتے ہوئے مولانا نانوتوی کا ذکر کیا تھا۔ مولانا عبدالحکیم کا یہ جواب قومی اسمبلی مصدقہ رپورٹ جلد 4 صفحہ 2204 سے شروع ہوتا ہے اور جلد 5 صفحہ 2288 پر بھی مولانا عبدالحکیم صاحب ہی قادیانی محضر نامہ کا جواب دے رہے ہیں۔ اسی رپورٹ کی جلد 5 صفحہ 2287 پر بھی اس "محضر نامے" کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

"اسی طرح لگے ہاتھوں ہم مرزا ناصر احمد کے محضر نامے صفحہ 149 کا بھی جواب دیتے ہیں جو انہوں نے (بعض دیگر الزامات) کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔"

قارئین کرام! مفتی الطاف نے کاروائی سے جو حوالہ پیش کیا ہے یہ اسی قادیانی محضر نامے کا جواب دیا گیا ہے جسے مولانا عبدالحکیم صاحب نے پیش کیا تھا اور اس قادیانی محضر نامے کے "ضمیمہ نمبر 7" میں قادیانیوں کی طرف سے احادیث مبارکہ سے لے کر چودہ سو سالہ بزرگان دین کے حوالے قادیانیوں نے اپنے حق میں پیش کیے تھے جن میں مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب "تحذیر الناس" کا حوالہ بھی دیا گیا تھا جس پر مولانا عبدالحکیم صاحب نے "مولانا نانوتوی، ملا علی قاری اور ابن عربی" کا نام لیتے ہوئے مرزا ناصر کو جواب دیا۔

## اصل مسئلہ کیا ہے؟

اب ذرا اصل مسئلہ کو سمجھیں مولانا نورانی کا کہنا تھا کہ [" مرزا ناصر نے تحذیر الناس کو پیش کیا تو میں نے کہا کہ یہ مفتی محمود صاحب وغیرہ بیٹھے ہیں ان سے اسکا جواب لیجیے یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ان حضرات کے سر جھک گئے اور یہ مرزا ناصر کا جواب نہ دے سکے۔ اس وقت میں آگے بڑھا اور میں نے کہا کہ ہمارے نزدیک جو یہ کہے وہ بھی کافر اور جو وہ بات کہے وہ بھی کافر۔ الحمد اللہ اس وقت اہلسنت کا عقیدہ نکھر کر سامنے آیا"] مولانا نورانی کی تقریر کا یہ جملہ اسمبلی کی کاروائی میں کہیں پر بھی درج نہیں اور ہمارے نزدیک مولانا نورانی کا یہ سفید جھوٹ تھا جس کا ثبوت بریلوی مفتی الطاف پیش نہیں کر سکا۔

مفتی الطاف نے قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ جلد 5 صفحہ 2288 کا جو حوالہ دیا اس حوالے میں مولانا نورانی نہیں بلکہ مولانا عبد الحکیم صاحب قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کو جواب دے رہے تھے جبکہ ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ مولانا نورانی کے بقول انہوں نے مرزا ناصر کو جواب دیا اور کہا کہ "جو یہ بات کرے وہ بھی کافر اور جو وہ بات کرے وہ بھی کافر الخ" مولانا نورانی کے یہ الفاظ اسمبلی کی کاروائی سے نکال کر دیکھائے جائیں۔۔۔ لیکن مفتی الطاف مولانا عبد الحکیم صاحب کا بیان تو دیکھا سکا لیکن مولانا نورانی کا جھوٹا بیان ثابت نہیں کر سکا۔

مولانا نورانی کے مطابق "مرزا ناصر نے اسمبلی میں تحذیر الناس کو پیش کیا اور اس سے استدلال پیش کیا" جبکہ مولانا نورانی کی یہ بات بھی جھوٹ ہے اور اسمبلی کی پوری کاروائی میں کہیں بھی یہ بات نہیں لکھی اور مفتی الطاف بھی اسمبلی کی کاروائی سے اسکا ثبوت پیش نہیں کر سکا۔ مرزا ناصر سے کیے گئے تمام سوال و جواب کاروائی میں موجود ہیں سوائے اس کہانی کے جو مولانا نورانی اور دیگر بریلوی علماء عوام الناس کو سناتے رہے ہیں۔

## ایک اشکال کا جواب

یہاں ایک اشکال ذہن میں آسکتا ہے کہ قادیانیوں نے اسمبلی میں جو "محضر نامہ" پیش کیا تھا اس محضر نامے میں تو تحذیر الناس کا حوالہ دیا گیا تھا تو مولانا نورانی کی یہ بات کچھ حد تک تو درست ہوئی کہ قادیانیوں کی طرف سے تحذیر الناس کو بطور دلیل پیش کیا گیا تھا؟

## جواب

قارئین کرام! اب تک کی تمام بحث سے آپ کو نفس مسئلہ سمجھ آگیا ہو گا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا بریلوی حضرات سے اصل مطالبہ کیا ہے اور مولانا نورانی کے متعلق ہمارا اصل اعتراض اور دعویٰ بھی واضح ہو گیا کہ مولانا نورانی نے ہمیشہ اپنی عوام کو یہ جھوٹی کہانی سنائی کہ "مرزا ناصر نے تحذیر الناس کو پیش کیا اور اس پر پھر میں نے مرزا ناصر کو جواب دیا۔" مفتی الطاف سمیت آج تک کوئی ایک زندہ یا مردہ بریلوی مولوی بھی مولانا نورانی کو سچا ثابت نہیں کر سکا اور نا ہی اسمبلی کی کاروائی سے مولانا نورانی کی اس جھوٹی کہانی کا کوئی ثبوت پیش کر سکا۔

اب رہ جاتا ہے یہ مسئلہ کہ قادیانی محضر نامہ میں تحذیر الناس کا حوالہ دیا گیا تو اس پر عرض ہے کہ اسمبلی میں مرزا ناصر کی طرف سے خصوصی طور پر تحذیر الناس کو پیش کرنا ایک الگ بات ہے جو کہ ثابت نہیں اور قادیانی لٹریچر میں تحذیر الناس کا حوالہ دینا ایک بالکل الگ بات ہے۔ بریلوی مفتی الطاف نے کمال ہوشیاری سے ان

دونوں باتوں کو خلط ملط کر کے رکھ دیا اور ہمارا جو اصل اعتراض تھا اس کا جواب تک نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس مولانا عبد الحکیم صاحب کے بیان کا حوالہ دیکھا دیا۔

قادیانی لٹریچر میں تحذیر الناس کا حوالہ آجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ قادیانی تو 1974ء کی اسمبلی کے واقعہ سے پہلے بھی اپنے لٹریچر میں تحذیر الناس کا حوالہ دیتے آرہے ہیں جیسا کہ مرزا بشیر نے اپنی کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" میں تحذیر الناس کا حوالہ دیا ہوا ہے۔

اسی طرح قادیانیوں نے مقدمہ بھاولپور میں بھی تحذیر الناس کا حوالہ پیش کیا تھا اور اس بات کو مفتی الطاف نے بھی اپنی وڈیو میں پیش کیا لیکن یہ آدھی بات پیش کر کے باقی آدھی بات کو گیارہویں کی کھیر سمجھ کر ہضم کر گیا اور یہ نہیں بتایا کہ اس کے بعد قادیانیوں کو منہ کی کھانی پڑی کیونکہ اسی مقدمہ میں تحذیر الناس کو کلین چٹ دے دی گئی تھی اور عدالت کی طرف سے بڑی دھوم دھام سے حسام الحرمین کا جنازہ نکالا گیا تھا جس پر کسی ایک بریلوی مولوی نے بھی چوں چرا نہیں کی۔

(دیکھیے مقدمہ بھاولپور جلد سوم صفحہ 454-455)

لہٰذا جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قادیانیوں نے مقدمہ بھاولپور میں تحذیر الناس کو پیش کیا تھا تو 1974ء کی اسمبلی کی کاروائی میں تحذیر الناس کا پیش ہونا ہمیں کیوں قبول نہیں ہو گا؟ لیکن جب ایک بات ہوئی ہی نہیں اور نا ہی اس کا ثبوت موجود ہے تو اس پر بریلوی علماء کا اپنی عوام کو یہ جھوٹ سنانا کہ قادیانی خلیفہ نے تحذیر الناس پیش کی تو دیوبندیوں کے سر جھک گئے کسی کو جواب نہیں آیا وغیرہ یہ سب کہانی بنا کر اور اس پر مرچ مصالحے لگا کر عوام الناس کو علماء دیوبند کیخلاف مشتعل کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اور اس سب کی شروعات مولانا نورانی کے جھوٹے بیان سے ہوئی جو ہم اوپر پیش کر چکے ہیں۔

## صرف تحذیر الناس پر ہی اعتراض کیوں؟

قارئین کرام! بریلوی علماء ایسا تاثر دیتے ہیں کہ اسمبلی میں قادیانیوں نے صرف تحذیر الناس کو پیش کیا تھا باقی تو گویا وہ کسی کتاب کو دلیل بناتے ہی نہیں حالانکہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کی طرف سے جو "محضر نامہ" پیش کیا گیا تھا اس میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب تحذیر الناس کے علاوہ درجنوں بزرگان دین کی عبارات کو بطور دلیل پیش کیا گیا تھا جن میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول، ملا علی قاری حنفی، ابن عربی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،، شیخ احمد سرہندی، شیخ عبد القادر جیلانی جیسی کئی بزرگ شخصیات کی عبارات اور ان کے اقوال کو بطور

دلیل کے اپنے حق میں پیش کیا گیا تھا اور انہی کیساتھ تحذیر الناس کا حوالہ بھی پیش کیا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آخر کیا وجہ ہے کہ بریلویوں کو ان سب بزرگان دین کو چھوڑ کر صرف مولانا نانوتوی کی تحذیر الناس ہی نظر آتی ہے۔ اگر بریلویوں کے مطابق تحذیر الناس نے قادیانیوں کو سہولت فراہم کی ہے تو پھر انہیں چاہیے کہ سب سے پہلے ان تمام بزرگان دین پر فتویٰ لگائیں جنہیں قادیانی پیش کرتے ہیں اور پھر تحذیر الناس پر بات کریں اور یہی اصولی بات ہے۔

## بریلوی ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیں

بریلویوں کو تحذیر الناس تو نظر آگئی لیکن انہیں یہ کیوں نظر نہیں آیا کہ جب قادیانیوں پر جہاد کا انکار کرنے کا اعتراض کیا گیا تو قادیانیوں نے اپنے حق میں بریلویوں کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کا فتویٰ اپنی تائید میں پیش کیا تھا۔

(دیکھیے قادیانی محضر نامہ صفحہ 128)

پھر آگے چلیے۔

جب مرزا قادیانی کے کردار پر بات آئی تو قادیانیوں نے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والوں کا حوالہ پیش کیا جس میں خواجہ صاحب نے مرزا قادیانی کو "ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان قرار دیا ہوا ہے۔"

(دیکھیے قادیانی محضر نامہ صفحہ 137)

اگر کسی بریلوی میں جرأت و غیرت ہو تو ذرا خواجہ صاحب پر فتویٰ لگا کر دیکھائے اور اپنے اعلیٰ حضرت پر بھی قادیانی سہولت کاری کا اعتراض کرے لیکن ہمیں یقین ہے کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا کیونکہ بریلویوں کا سارا زور صرف تحذیر الناس پر ہی لگتا ہے اور یہی انکی منافقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

## خلاصہ کلام

1: مفتی الطاف کے بقول اسمبلی کی کاروائی کا بعض ریکارڈ جل کر ضائع ہو گیا تھا لہٰذا یہ کاروائی ناقص ہے جبکہ جو بات مفتی الطاف کر رہا ہے ٹھیک یہی بیانیہ قادیانیوں کا ہے اور وہ اس کاروائی کو مشکوک قرار دینے کے لیے ایسی بات کرتے ہیں۔ اسمبلی کا جو بعض ریکارڈ جل کر ضائع ہوا تھا وہ آڈیو کی صورت میں ضائع ہوا تھا لیکن تحریری صورت میں تمام ریکارڈ پہلے سے ہی محفوظ شدہ تھا جس کو سکین کر کے انٹرنیٹ پر اپلوڈ کیا گیا۔

(دیکھیے قومی اسمبلی کی مصدقہ رپورٹ جلد اوّل صفحہ 9)

2:اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ مولانا نورانی تحذیر الناس کے متعلق جو بیان سناتے تھے وہ بالکل سفید جھوٹ تھا جسکا ثبوت بریلوی فرقہ پیش کرنے سے عاجز ہے۔

3: بریلوی مفتی الطاف نے اسمبلی کی کاروائی سے مولانا عبدالحکیم صاحب کا ایک بیان پیش کیا جس میں مولانا نانوتوی کا ذکر ہوا تھا اور اس سے مفتی الطاف نے یہ کڑی جوڑ دی کہ چونکہ مولانا نانوتوی کا ذکر ہوا تھا لہٰذا شاہ احمد نورانی کی بات سچ ثابت ہوئی جبکہ حقیقت یہ تھی کہ قادیانیوں کی طرف سے اسمبلی میں اپنی وضاحت میں ایک محضر نامہ پیش کیا گیا تھا جس کے ضمیمہ میں چودہ سو سالہ بزرگان دین کے حوالے پیش کیے گئے تھے اور انہی میں تحذیر الناس کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔

قادیانی لٹریچر میں تحذیر الناس کا حوالہ آجانا ایک الگ بات ہے اور جو جھوٹ مولانا نورانی سناتے رہے کہ "مرزا ناصر نے اسمبلی میں تحذیر الناس کو پیش کیا اور اس کا جواب میں نے دیا" اس بات کا ثابت ہونا ایک الگ بات ہے۔ مفتی الطاف اصل بات کو چھوڑ کر اپنے اندازے اور مفروضے قائم کرکے سمجھ بیٹھا کہ اس نے مولانا نورانی کو سچا ثابت کر دیا حالانکہ انکا جھوٹ ابھی بھی اپنی جگہ قائم ہے۔

4: قادیانی لٹریچر میں تحذیر الناس کا حوالہ آنے سے اگر مولانا نانوتوی قادیانیوں کے سہولت کار ہیں تو پھر بریلویوں کو چاہیے کہ اپنے اعلیٰ حضرت سمیت ان تمام بزرگان دین اور صحابہ و تابعین اور جن جن شخصیات کو قادیانی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں بریلویوں کو چاہیے کہ ان سب پر قادیانیوں کی سہولت کاری کا الزام لگا دیں۔

5: قادیانی محضر نامہ صفحہ 137 پر خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والوں کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو صحیح العقیدہ سنی مسلمان سمجھتے تھے لہٰذا اب بریلویوں کو چاہیے کہ خواجہ صاحب کو بھی قادیانی نواز یا سہولت کار ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیں۔

6: مفتی الطاف نے مقدمہ بھاولپور کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس مقدمہ میں قادیانیوں نے تحذیر الناس کو پیش تھا لیکن اس مفتی نے یہ نہیں بتایا کہ اسی مقدمہ میں تحذیر الناس کو کلیئر قرار دے کر الٹا حسام الحرمین کے فتووں کو فراڈ پر مبنی قرار دے دیا گیا تھا جس پر کسی بھی بریلوی مولوی نے اعتراض نہیں کیا اور اس مقدمہ پر بریلویوں کے جید علماء کرام کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔

(دیکھیے مقدمہ بھاولپور جلد سوم صفحہ 454-455)

---

جو کوئی منصف مزاج شخص ہماری ان تمام گذارشات کو عدل کے ترازو پر تولے گا تو ان شاء اللہ وہ بخوبی سمجھ جائے گا کہ فرقہ بریلوی صرف دیوبندیوں کی مخالفت میں انصاف کا خون کرتے ہوئے علماء دیوبند کیخلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کرتا ہے۔اس فرقہ کے علماء کو جہاں کہیں بھی دیوبندیوں کیخلاف گرم تندور نظر آئے یہ لوگ وہاں اپنا آٹا لے کر پہنچ جاتے ہیں پھر چاہے وہ تندور کسی قادیانی کا ہی کیوں نہ ہو انہیں اس میں صرف اپنی روٹیاں پکانے سے مطلب ہوتا ہے وہ بھی صرف اہل حق علماء دیوبند کیخلاف نفرت سے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے، ختم شد۔

○○○○○○

مولانا عبد الرحمن عابد عفی عنہ [بسلسلہ توضیحات عباراتِ اکابر—عبارت نمبر 1]

# "بشکلِ خنزیر ہو کر گوہ کھانا" کی تحقیق

**اعتراض:**

غیر مقلدین حضرات علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم پر عقائد کے نام سے اعتراضات کرتے ہیں کہ ارواحِ ثلاثہ میں ایک حوالہ وواقعہ درج ہے کہ ایک موحد نے بشکلِ خنزیر ہو کر گوہ کھایا(امداد المشتاق، ص106) اور پھر اس پر اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خوب تبرابازی کرتے ہیں۔

**جواب:**

اعتراض میں حوالہ پورا درج نہیں ہے، کیونکہ اس میں معترضین (غیر مقلدین) حضرات کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔ پہلے پورا واقعہ ملاحظہ کیجیے:

"مثنوی شریف میں قصہ اُس کا مذکور ہے۔ فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوہ وغلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ۔ انہوں نے بشکلِ خنزیر ہو کر گوہ کھالیا، پھر بصورتِ آدمی ہو کر حلوہ کھایا۔ اس کو حفظِ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔

(حاشیہ)قولہ: انہوں نے بشکلِ خنزیر ہو کر گوہ کھالیا۔

(أقول)اس معترض کی عبادت کی وجہ سے اس تکلیف وتصرف کی ضرورت پڑی، ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحادِ مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام وآثار میں"

(امداد المشتاق، ص106؛ شمائم امدادیہ، ص75)

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حضرت تھانویؒ کا اپنا قول نہیں ہے بلکہ کسی اور سے نقل کیا ہے۔ اس لیے تو لکھا ہے کہ "فرمایا"۔ اب اس قول ("فرمایا") کا قائل اور مرجع کون ہے؟ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: "مثنوی شریف میں قصہ اس کا مذکور ہے"۔ معلوم ہوا کہ یہ قول مولانا رومؒ (المتوفی 672ھ) کا ہے، نہ کہ حضرت تھانویؒ کا۔ لہٰذا اگر یہ کفر وشرک ہو یا اعتراض کی کوئی بات ہو، تو اپنا اُصول یاد رکھیں۔ آپ کے مسلک کے مجتہد العصر وامام العصر حافظ محمد گوندلوی صاحب، حضرت امام ذہبیؒ کا دفاع کرتے ہوئے ایک منکرِ حدیث کو جواب میں لکھتے ہیں: "ناقل کا کوئی قصور نہیں ہے" (دوام الحدیث، ص184)

تو اگر خواہ مخواہ بُرا بھلا کہتے ہیں تو مولانا رومؒ پر اپنا غصہ ٹھنڈا کریں۔ بقول آپ کے ناقل کا کوئی قصور نہیں ہے، اس لیے ناقل کے بجائے منقول عنہ پر تبرا بازی کریں، جرأت کریں۔

**ثانیاً:** جب حضرت شیخ تھانویؒ ناقل ہوئے، تو ناقل پر صرف تصحیحِ نقل ہوتی ہے، جیسا کہ اصول میں طے شدہ بات ہے (مثلاً دیکھیں رشیدیہ، ص36)۔ بلکہ خود غیر مقلدین کے محققِ کبیر شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی صاحب بھی امام بخاریؒ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے ایک منکرِ حدیث کو جواب دیتے ہیں کہ:

"ناقل پر صرف صحتِ نقل کی ذمہ داری ہو سکتی ہے"

(مقالاتِ حدیث، ص469)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد بھی اپنے اوپر ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"میں نے یہ سنوات و وفیات 'کشف الظنون' وغیرہ سے نقل کیے تھے، اور ناقل پر صرف تصحیحِ نقل لازم ہے اور بس"

(ابقاء المنن، ص61)

اور غیر مقلدین کے مایۂ ناز محقق ارشاد الحق اثری صاحب بھی ایسے ہی مفہوم میں لکھتے ہیں:

"بلاشبہ ناقل پر صحتِ نقل ہی لازم ہے"

(مقالاتِ ارشاد الحق اثری، ج5، ص335)

لہٰذا غیر مقلدین یہاں بھی وہی اصول رکھیں جو اپنے لیے رکھتے ہیں، تو حضرت تھانویؒ ان کے اصول سے مبرا ہو گئے ــــ الحمدللہ۔

**ثالثاً:** اس واقعہ میں ایک بات سمجھانا مقصود تھی، اس لیے یہ واقعہ فرضی ہے، وضاحت کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ جیسے دورانِ درس علماء کوئی واقعہ بیان کرتے ہیں صرف بات سمجھانے کے لیے۔ اس میں یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اشیاء کی حقیقت ایک ہی ہے، البتہ مراتب کا فرق ضرور ہے جو واجب ہے۔ خنزیر کے لیے گوہ کی حقیقت وہی ہے جو انسان کے لیے حلوے کی، فرق مراتب کا ہے۔ مرتبہ انسانیت الگ ہے اور خنزیر کا مرتبہ الگ۔ مطلب یہ کہ اگر خنزیر ہو تو اس کے لیے گوہ ہی خوراک ہے اور یہ اس کے لیے جائز ہے کیونکہ خنزیر غیر مکلّف ہے۔ انسان کے لیے گوہ کھانا جائز نہیں بلکہ حلوہ کھانا جائز ہے، کیونکہ موّحد (اللہ کو ایک ماننے والا) کبھی گندگی نہیں کھا سکتا، اگرچہ ان دونوں (گوہ اور حلوہ) کی حقیقت ایک ہی ہے۔ کیونکہ گوہ کی اصل مرجع بھی حلال رزق ہی ہے یعنی یہ

گوہ موحد کے حلال رزق کھانے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حلوہ بھی حلال رزق (یعنی نشاستہ یا سوجھی وغیرہ جیسے حلال رزق سے بنا ہوا) ہی سے بنتا ہے۔ تو حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں، اگرچہ فرقِ مراتب اور حفظِ مراتب واجب (لازم) ہے—کہ مرتبہ انسانیت میں حلوہ کا کھانا جائز اور گوہ کھانا حرام، اور خنزیر جیسے غیر مکلّف جانور کے لیے عدمِ جواز کا سوال ہی نہیں بنتا۔ یا اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے جانور کی لید کو ان چوپایوں کا چارا و غذا قرار دیا ہے اور ہڈی کو جنات کی غذا قرار دیا ہے (دیکھیں صحیح مسلم، حدیث 1007)۔ لیکن انسان ہو کر ان چیزوں کو کھانا درست نہیں۔ اگرچہ دونوں غذا ہونے کی حقیقت میں برابر ہیں لیکن مراتب الگ ہیں، اسی وجہ سے حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے، نہ کہ احکام و آثار میں"۔

یعنی اس کا جو حکم ہے (حلوے کا جواز اور گندگی کا عدمِ جواز)، تو اس میں ان دونوں کا اتحاد نہیں ہے، البتہ حقیقت (مرجع) میں اتحاد ضرور ہے۔ تو اس واقعہ کے بیان کا مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ بالفرض اس طرح واقع ہو جائے تو کیا ہو گا، کس طرح اس کا جواب ہو گا، صورتِ حال کیا ہو گی، تاکہ جس چیز کی وضاحت کی جا رہی ہے اس کی کوئی تصویر ذہن میں بیٹھ جائے۔ ورنہ فی نفسہٖ واقعہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا، نہ بیان کرنے والے کو اس کے ثبوت یا عدم سے کوئی غرض ہوتی ہے، نہ سامع کے ذہن میں ایسا کچھ ہوتا ہے کہ اس کا وجودِ خارجی متحقق ہے یا نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس میں فرقِ مراتب اور قلبِ ماہیت (حقیقت) کا ذکر ہے، اور ماہیت کے بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے۔ پھر اس کو بطور تمثیل و توضیح ایک واقعہ بیان کیا—اگرچہ واقعہ فرضی ہی سہی۔

**رابعاً:** یہ "موحد" کون ہے، اس کو بھی جاننے کی کوشش کیجیے۔ یہ "موحد" جن ہو سکتا ہے، اور بالفاظِ زبیر علی زئی غیر مقلد: "جنوں کا جانوروں کی شکل اختیار کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے" (صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ، ص 141)۔

تو شکل بدل کر اس شکل کے ساتھ لائقِ عمل کرنا کچھ بعید نہیں۔

**فائدہ:** اسی انداز میں ایک منکرِ حدیث نے بھی بخاری شریف پر اعتراض کیا ہے کہ بخاری میں ایک واقعہ درج ہے:

"عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر کو، جس نے زنا کیا تھا، دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے پاس جمع ہو گئے اور ان سب نے اسے سنگسار کر دیا، میں نے بھی ان سب کے ساتھ اسے سنگسار کیا"۔

اس واقعہ پر منکرینِ حدیث یوں اعتراض کرتے ہیں:

"کیا بندروں کی بھی شریعت ہوتی ہے؟ کیا ان کا بھی نکاح ہوتا ہے کہ زنا بھی ہو سکتا ہے؟ اگر نکاح نہیں تو زنا کیسا؟"

تو زبیر علی زئی غیر مقلد اس کو یوں جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ بندر جن تھے اور یہ بندر کی شکل اختیار کیے ہوئے زانی جن تھے، اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا صحیح و متواتر احادیث سے ثابت ہے"

(ملخصًا: صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ، ص40-41)۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اس میں بندروں سے مراد جن ہیں — دیکھیں فتح الباری، ج7، ص 160؛ ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ 24، ص20۔ یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ جن مکلف مخلوق ہے، اور جنوں کا مختلف اشکال اختیار کرنا بھی ثابت ہے، لہٰذا تابعی کے اس قول پر اعتراض عجیب و غریب ہے"

(فتاویٰ علمیہ، ص472)۔

تو اسی طرح کا جواب ہمارے اس واقعہ کی طرف سے بھی سمجھ لیں۔

اب غیر مقلدین حضرات کے چند بنیادی اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں بعونہٖ تعالیٰ۔ ویسے تو وہ اس پر کئی طرح کے مسخرانہ اعتراضات کرتے ہیں، لیکن ہمارے پاس بھی ان کے منہ توڑ جوابات موجود ہیں، الحمدللہ۔ البتہ ہم نہ اپنی اوقات ضائع کرتے ہیں نہ قارئینِ کرام کی؛ اس لیے یہاں صرف وہی اعتراضات درج کر رہے ہیں جو جواب دینے کے لائق ہیں۔

## اعتراضات اور جوابات

**اعتراض:** اس مقولے پر میرے نظر میں دو اشخاص کے اعتراضات قابل جواب ہیں:

اول شیخ افضل السلفی السواتی اور دوسرا عبید اللہ السلفی۔

شیخ افضل سلفی صاحب نے اس پر یہ اعتراضات اٹھائے ہیں لکھتے ہیں:

"اس قصے میں چند غلطیاں ہیں: اس اتحادی صوفی کو موَحد کہنا۔

(د دیوبندیانو خطرناک عقائد، ص ۳۵)

**جواب:** اس میں اتحاد الوجود کی بات کہاں سے ثابت ہو گئی؟ اور پھر کسی کو "موَحد" کہنا اس میں شرک کی کون سی بات ہے؟ یہ لفظ "موَحد" خنزیر کے مقابلے میں بطور مثال لایا گیا، نہ کہ واقعی عقیدے کے طور پر۔ اس میں وقوعِ امر کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ غیر مقلدین خود اتحاد الوجود کے قائل ہیں۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب نصرة المعبود فی مسئلة وحدة الوجود (ص ۷۵ تا ۸۲) **ملاحظہ** کریں۔

**اعتراض:** کیونکہ صوفیاء اس شخص کو موَحد کہتے ہیں جو وحدت الوجود اور حلول کا عقیدہ رکھتا ہو (أیضاً)

**جواب:** یہ صرف صوفیاء ہی نہیں بلکہ آپ کے گھر میں بھی اسی کو توحید کہا گیا ہے۔ (دیکھیے فتاویٰ اہلحدیث، ج ۱، ص ۱۵۲ وغیرہ) تفصیل کے لیے نصرة المعبود **ملاحظہ** کریں۔

**غیر مقلد کا جھوٹ:** حلول کا عقیدہ رکھ کر کون کسی شخص کو موَحد کہتا ہے؟ ذرا حوالہ تو درج کریں یہ بھی آپ کی خالص جھوٹ ہے۔

**شیخ ابن عربیؒ سے اتحاد و حلول کی نفی:** شیخ اکبر ابن عربیؒ (المتوفی 638ھ) تو اس کے برعکس اتحاد کو کفر کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اما القول بالاتحاد فهومن مقالات أهل الكفر والالحاد"

(فتوحات مکیہ، ج ۳، ص ۲۱)

یعنی اتحاد کا قول اہلِ کفر اور الحاد کے اقوال میں سے ہے۔

اور آپ ہی کے امام اہلحدیث نواب وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اما الصوفية الوجودية ومنهم الشيخ ابن عربی فهم لايقولون بالحلول ولا بالاتحاد"

(هدية المهدی، ص ۵۰)

"رہے صوفیہ وجودیہ، اور ان میں سے شیخ ابن عربی، تو وہ نہ حلول کے قائل ہیں اور نہ اتحاد کے۔"

امید ہے کہ اب اس صریح جھوٹ پر شرمندگی ضرور محسوس ہو رہی ہوگی۔

**اعتراض:** یہ "ولی" قدرت اور تصرف میں اس حد تک پہنچ گیا کہ اپنی نفس سے اول خنزیر بنایا اور پھر انسان (اَیضاً)

**جواب:** اللہ کی قدرت کو دیکھیے کہ آپ جیسے متعصب کی قلم سے بھی لفظ "ولی" نکل گیا! سبحان اللہ! کوئی غیر مقلد یہ واویلانہ کرے کہ یہ میں نے بطور الزامی کہا۔ یہ سراسر جان خلاصی ہے کیونکہ اس کو سرے سے کسی نے "ولی" کہا ہی نہیں تو الزامی حوالہ کس بات کی؟

ثانیا: یہ آپ کی غلط فہمی اور نا سمجھی ہے کہ آپ نے اس سے خواہ مخواہ وقوعی اور نفس الامری واقعہ سمجھا۔ یہ بات بطورِ تمثیل ذکر ہوئی ہے، حقیقت میں ایسا کوئی وقوع پیش نہیں آیا۔ مقصد صرف "حفظِ مراتب" کی وضاحت تھی۔ اللہ آپ لوگوں کو تعصب سے نکال کر کے انصاف روزی بنائے۔

**اعتراض:** آیا مخلوق یہ کر سکتی ہے کہ حقائق بدل دے؟

**جواب:** آپ کا اعتراض کی بنیاد ہی غلط ہے تو اس پر کھڑی عمارت کی کیا حیثیت ہوگی؟

ثانیاً: حقائق بدل سکتا ہے یا نہیں؟ خود اپنے اکابرین سے ملاحظہ کیجیے۔

ایک غیر مقلد کے گھر سے چوری ہوتی تھی تو وہ شخص غیر مقلدین کی جماعت کی مشہور شخصیت اور میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے شاگرد، مولانا غلام رسول صاحب کو شکایت کرنے گیا۔ تو آگے پھر کیا ہوا، اصل کتاب ہی سے ملاحظہ فرمائیے:

> "وہ لوہار (یہ چور تھا—ناقل) خود بیان کرتا ہے کہ میں نے مولوی سلطان احمد کے گھر چار دفعہ نقب لگائی۔ جب اندر جاتا تو کتے کی شکل ہو جاتی اور کتے ہی کی طرح بھونکتا ہوا باہر نکل آتا۔ ایک دفعہ میں نقب لگا کر اندر گیا، بیوی صاحبہ جاگ رہی تھیں، میری صورت مسخ ہوتی دیکھ کر کہا: بھائی! تیری صورت مسخ ہونے سے تعجب بھی آتا ہے لیکن جس کی زبان سے یہ کلمات نکلے ہیں اس کی زبان بھی سیف الرحمٰن (اللہ کی تلوار۔ ناقل) ہے..."
>
> (سوانحِ حیات مولانا غلام رسول، ص 137، واقعہ نمبر 44؛ تذکرہ مولانا غلام قلعوی، ص 260-261، از مولانا اسحاق بھٹی صاحب)

شیخ افضل صاحب! اب اپنے اس بڑے سے بھی یہ سوال کریں کہ کیا مخلوق اپنی حقائق بدل سکتی ہے؟

ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ کیجیے، آپ ہی کے مسلک کے امامِ اہلحدیث نواب وحید الزمان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام فخر الدین رازی معقولیوں کے امام تھے اور منطق و فلسفہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ مرتے وقت شیطان ـــ جو خود بڑا فیلسوف اور اعلیٰ درجے کا منطقی ہے ـــ ان سے بحث کرنے لگا کہ تم نے اللہ کو کس دلیل سے پہچانا؟ امام نے بہت سی دلیلیں بیان کیں، شیطان نے سب کو توڑ ڈالا۔ ان کے مرشد، ایک ولی کامل شخص تھے، اس وقت ان کی صورت نمایاں ہوئی۔ انہوں نے کہا: اے فخر الدین! تو یوں کیوں نہیں کہتا: اللہ کی وجہ سے ہم نے سب چیزوں کو پہچانا، اللہ کو پہچاننے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔"

(لغات الحدیث، ج2، ص246، مادہ "س"، نعمانی کتب خانہ لاہور)

اب بتایا جائے: "ان کے مرشد ایک ولی کامل شخص تھے، اس وقت ان کی صورت نمایاں ہوئی" یہ شکل و صورت متشکل ہو گئی تھی اور حقائق بدل گئے تھے یا کہ بعینہٖ وہ مرشد سامنے آئے تھے؟

اسی طرح جبرائیل علیہ السلام کتنی مرتبہ بشکلِ انسانی آئے تھے؟ خود جناب نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا" (صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی)

اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکلِ انسان میرے پاس آتا ہے۔

حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھی فرشتے (جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام) بشکلِ انسانی آئے تھے۔ جس کی تفصیل سورۃ ہود، سورۃ الحجر اور سورۃ الذاریات میں موجود ہے۔

یہاں تک کہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شیطان بھی اپنی شکل بدل سکتا ہے:

"إِنَّ الشيطانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صورةِ الرَّجلِ" (مقدمہ مسلم، ص17)

بلاشبہ شیطان کسی آدمی کی شکل اختیار کرتا ہے۔

اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو تحقیقی و الزامی حوالے اور بھی پیش کرتا، اللہ کی توفیق و امداد سے، لیکن اس پر اکتفا کرتے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ۔

**اعتراض:** اس واقعے میں عقیدہ وحدۃ الوجود ثابت ہوا کہ سب چیزیں ایک ہی ہیں، یہاں تک کہ دیوبندیوں کے نزدیک گوہ اور حلوہ بھی ایک چیز ہے۔ فرق صرف آثار میں ہے۔

**جواب:** یہ صرف آپ کی غیر مقلدانہ یعنی غلط سوچ کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں یہ بات "حفظِ مراتب" کے اصول کو سمجھانے کے لیے تھی، گوہ اور حلوہ حقیقت میں ایک ہی "مرجع" سے ہیں (گندم سے)، مگر احکام اور مراتب میں فرق ہے۔ اس میں وحدۃ الوجود کی بحث کہاں سے آگئی عقل کے دشمنوں؟ اور آپ جیسے لوگوں کی جہالت کے لیے یہی کافی ہے کہ تصوف کی ایک اصطلاح اور ذوقی و کشفانہ مسئلے کو عقیدے کے طور پر پیش کرتے ہو۔ سبحان تیری قدرت!"

**اعتراض:** اے مسلمانوں! ان لوگوں کی گند کو دیکھ لیجیے۔

**جواب:** اے مسلمانوں! ان لوگوں کا جھوٹ و فریب ملاحظہ کیجیے!

یوں چیخ چیخ کر مکرِ نساء کرتے ہوئے کیسے حقائق پر پردہ ڈالتے ہیں؟ اصل گند تو آپ کے مسلک کی کتابوں میں بھری پڑی ہے، جیسے منی کو حلال کہنا (لغات الحدیث ج4 ص266) آپ لوگ ہی کہتے ہو کہ ایک روایت کے مطابق اس کو کھا بھی سکتے ہو (فقہ محمدیہ ص26) آپ ہی لوگ حلال۔ جانور کے پیشاب و پاخانے کو پاک بلکہ ادوایات بھی استعمال کرسکتے ھو (فتاوی ستاریہ ج1 ص49و56) حتیٰ کہ آپ لوگوں نے تو گدہی، کتیا اور سورنی کا دودھ بھی پاک قرار دیتے ہو (بدور الاھلہ ص18)

اگر اس پر قلم جاری رکھوں تو بات بہت لمبی ہوگی اس لیے اس پر اکتفاء کرتا ہوں اور قارئین کرام ان چند امثلہ کو دیکھ کر خود فیصلہ کرنے میں ان کو آسانی ہوگی کہ گند کس مسلک میں ہے اور یہ رونا دونا اور ملامتیا کس کے گھر میں ہے؟

**اعتراض:** یہ دیوبندیوں کے نزدیک ولایت ہے، شرم شرم شرم!

**جواب:** ہم نے اسے ولایت کا درجہ کب دیا؟ اس حوالے میں تو ولایت کا تذکرہ سرے سے ہے ہی نہیں کچھ دلوں میں خوفِ الٰہی بھی پیدا کرو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔

شرم وحیا شرم وحیا شرم وحیا

مزید برآں کہ: شرم تو آپ کو ہونی چاہیے کہ آپ کے اپنے "استاذ محترم" امین اللہ پشاوری صاحب نے نبی کریم ﷺ کے ایمان پر حملہ کیا ہے چنانچہ امین اللہ پشاوری صاحب اپنی رسوا کن کتاب میں نبی کریم ﷺ کے ایمان پر

بلاخوف وخطر محلہ کیاہے العیاذ باللہ، چنانچہ موصوف نبی کریم ﷺ کا یہ دعا"اللّٰهُمَّ نقنى من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس "نقل کر کے لکھتے ہیں:

"الثوب الابيض:كښ اشاره ده ديته چه زۀ هم ډير زر خيرنيږم په گناهونو سره او ايمان مې خرابيږي"

(الحق الصريح ۴/۱۶۳)

ترجمہ: الثوب الابيض: میں اس طرف اشارہ ہے کہ میں بھی بہت جلد گناہوں کی وجہ سے گندہ ہو جاتا ہوں اور میرا ایمان بھی خراب ہوتا ہے. انا لله وانا اليه راجعون..!

ڈوب مرو ڈوب مرو ڈوب مرو

**اعتراض:** اب عبید اللہ سلفی صاحب کے اعتراضات بھی سن لیجیے۔ کچھ اعتراضات تو ایسے ہیں کہ ان پر قلم اٹھانا بھی قلم کی توہین ہے۔ محض فضول گوئی، جس کا جواب دینا وقت اور عقل دونوں کا ضیاع ہے، اس لیے انہیں قصداً ردی کے ڈھیر میں پھینک دیا گیا۔ چند اعتراضات وہ ہیں جن کا جواب ہم شیخ افضل سلفی صاحب کے اعتراضات کے جواب میں پہلے ہی دے چکے ہیں الحمد للہ۔ باقی جو اعتراضات واقعی قابلِ جواب ہیں، وہ بخوشی ملاحظہ فرمائیں، بعونہٖ تعالیٰ۔

کہتے ہیں کہ:

"دیوبندی اکابرین نے اپنے چوزوں (شاگردوں) کے لیے کہا کہ ان گندگی کو کھانا واجب ہے"

(عقیدہ توحید سمجھے ص 213)

**جواب:** یقین جانیں، بہت سے فرقوں کو دیکھا، لیکن فرقۂ اہلِ حدیث کی طرح ڈٹ کر جھوٹ بولنا اور بات کی اصل روح و مقصد کو بالکل الٹ دینا کہیں اور نہیں دیکھا۔ یہاں مجھے غیر مقلدین کے مشہور خطیب و مناظر، شیخ عبد اللہ بھاپوری صاحب کا وہ حوالہ یاد آگیا جس میں وہ فرماتے ہیں:

"وَرَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا" تو وہ جو منافق ہو گا، ڈٹ جائے گا۔ اور اب اللہ نے سمجھ دی ہے، غور کرتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت تو اہلِ حدیثوں پر بھی فٹ آتی ہے۔"

(خطبات بھاپوری، ج ۳، ص ۸۵)

بہر حال... اللہ آپ حضرات کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ یہاں واجب کس بات کے متعلق کہا گیا ہے، اگر دل میں کچھ خوفِ خدا باقی ہو اور اس بدعت (غیر مقلدیت بدونِ اجتہاد) نے عقل ابھی تک سلب نہ کی ہو تو پوری عبارت پڑھ لیجیے۔ حضرت تھانویؒ ذکر کرتے ہیں:

"اس کو حفظِ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے"

مطلب یہ کہ ہر کسی اور ہر چیز کا اپنا اپنا مرتبہ ہے اور اس کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ جیسے کہ یہ انسان ہے اور دوسری طرف خنزیر؛ یا ایک طرف حلوہ ہے اور دوسری طرف گوبر۔ تو انسان کے لیے حلوہ ہی مناسب ہے اور خنزیر کے لیے گوبر۔ اس کو حفظِ مراتب کہتے ہیں۔ یعنی یہ بات "حفظِ مراتب" کے وجوب کے بارے میں ہے، نہ کہ گندگی کھانے کے بارے میں۔ ھداھم اللہ

**غلاظت کھانے والا کون؟**

مشہور غیر مقلد مولوی غلام رسول صاحب کے سوانح میں خود غیر مقلدوں نے لکھا ہے:

"اس واقعہ سے کچھ دن بعد جدّ امجد حضرت نظام الدین صاحب المتخلص خادم، اسہال کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ والد صاحب مرحوم ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ مولوی صاحب مرحوم ان کا پاخانہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے۔ ایک دن آپ کو سحری کے وقت حاجت پاخانہ ہوئی، جناب والد صاحب مرحوم بھی جاگ رہے تھے۔ جد امجد صاحب نے دیکھا کہ میرا پاخانہ اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہے ہیں، تو آپ نے حیرت سے دیکھ کر فرمایا: غلام رسول! تم میرا پاخانہ ہاتھوں سے صاف کرتے ہو، اس کی صلے میں لوگ تمہارا پاخانہ دانتوں سے صاف کرنے سے دریغ نہ کریں گے"

(سوانحِ حیات غلام رسول، ص ۳۴)

ان الفاظ کو بار بار اور غور سے پڑھیں: "لوگ تمہارا پاخانہ دانتوں سے صاف کرنے سے دریغ نہ کریں گے"۔

اب عبید اللہ سلفی صاحب بتائیں: دانتوں سے پاخانہ صاف کرنا غیر مقلدین پر واجب ہے یا نفل؟!

؎ الزام ان کو دیتا تھا، قصور اپنا نکل آیا

**اعتراض:** بتایا جائے کہ عقیدہ ایسا ہوتا ہے؟

**جواب:** کس نے اس کو عقیدہ کہا ہے؟ اپنی جہالت کو لات ماریں! خود آپ ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ:

"عقیدہ کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل مطلوب ہے"

(فتاویٰ حصاریہ، ج ا، ص ۱۸۸)

معلوم ہوا کہ ہر سیاہ لکیر عقیدہ نہیں ہوتی، بلکہ مذکورہ شرائط کے ساتھ مضبوط دلیل درکار ہوتی ہے۔ میں نے تو اس سے پہلے یہ حوالہ اور عبارت اصل کتاب میں دیکھی بھی نہیں تھی، صرف اعتراض کا جواب لکھنے کے لیے جب مطالعہ کر رہا تھا تو یہ حوالہ نظر آیا۔ اگر یہ ہمارا عقیدہ ہوتا تو یقیناً ہمارے علماء و غیر علماء، مذکر و مؤنث، چھوٹے بڑے سب کو یہ بات یاد ہوتی۔ پس یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض ایک توضیحی قول ہے۔ اللہ آپ حضرات کو انصاف اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

**اعتراض:** کیا یہ عقیدہ کسی کی عقل مانتا ہے؟

**جواب:** حضور! سمجھانے کے بعد بھی اگر آپ کے دماغ کی بتی نہیں جلتی تو ذرا اپنے غیر مقلد مسلک کی بدعات کو کچرے کے ڈبے میں پھینک دیجیے، ان شاء اللہ دماغ کی مشینری دوبارہ چلنے لگے گی۔ اور چونکہ آپ جیسے حضرات ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے دعوے دار ہیں، تو یہ واقعہ بھی عقل کی ترازو میں تول لیجیے۔

عبید اللہ سلفی صاحب سمیت تمام ہم مسلک احباب ذرا کان کھول کر بتائیں کہ یہ بات کس کس کی عقل میں آتی ہے؟ "نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"شیخ محمد ملاوہ ایک دن سماع میں وجد کی حالت میں تھے کہ ایک غیر مسلم سردار کا گزر ہوا۔ اس کے ساتھ آنے والے ہندو نے کہا: یہ مسلمان خدا کو بغل میں لیے بیٹھا تھا۔ اگر مجھے باہر نہ نکالتے تو میں اس کے دین میں شامل ہو جاتا..."

(تقصار جیود الاحرار، ص ۱۶۲)

اب خود انصاف کیجیے... مسلمان "خدا کو بغل میں "کیسے لے کر بیٹھ سکتا ہے؟ کیا یہ عقل مانتی ہے یا پھر یہ بھی آپ کی عقل کی طرح صرف فرقہ پرستی کی قید میں ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں انصاف اور حق کو پہچاننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

# بدعات سے بچنے کا بہترین قاعدہ

قرآن و سنت کے محکم دلائل سے سنت اور بدعت کی حقیقت اور اس کا حکم واضح ہے جس کو علماء محققین بخوبی جانتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کسی کا شبہ باقی رہے۔ یا عوام الناس جو اس قسم کے مسائل میں دلائل کا موازنہ کر کے صحیح رائے قائم کرنے سے قاصر ہوں، تو ان کے لیے صحیح راہِ عمل اور قاعدہ یہی ہے کہ وہ ایسے مشکوک اور مشتبہ کام کے پاس ہی نہ جائیں۔ اور اگر کسی چیز کے بدعت، سنت یا مستحب اور مباح ہونے میں شبہ ہو تو اس سے بچنا ہی ان کے لیے راہِ عمل ہے۔ اور باتفاق علماء ان کے لیے یہی طریقہ صحیح رہنمائی کے لیے بالکل کافی ہے۔ چنانچہ حضرت وابصہ بن معبدؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ»

”گناہ وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تیرے دل میں تردد واقع ہو، اگرچہ لوگ (اور نام کے مفتی) تجھے فتویٰ بھی دے دیں۔“

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِي، مِشْكَاة ج ۱ ص ۲۴۲)

اور حضرت عطیہ السعدیؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا مِمَّا بِهِ بَأْسٌ»

”جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ پرہیزگاروں کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ وہ چیزیں نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ وہ ذریعہ بنتی ہیں ایسی چیزوں کا جن میں حرج ہے۔“

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه، مِشْكَاة ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا:

«لَا تَقْضِيَنَّ وَلَا تَفْصِلَنَّ إِلَّا بِمَا تَعْلَمُ، وَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ أَمْرٌ فَقِفْ حَتَّى تُبَيِّنَهُ أَوْ تَكْتُبَ إِلَيَّ فِيهِ»

(ابن ماجہ ص ۶)

”تم بغیر علم کے کوئی حکم اور فیصلہ ہرگز صادر نہ کرنا، اور اگر تم پر کسی چیز میں اشکال گزرے تو توقف کرنا حیٰی کہ تم اس کو اچھی طرح روشن پالو، یا میری طرف خط لکھنا۔

حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ (المتوفیٰ ۶۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن أبي عبدِ اللّٰهِ النُّعمانِ بن بَشيرٍ رضى اللّٰهُ عنهما قال: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ يقولُ: «إِنَّ الحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الحرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الحرَامِ»

”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنا دین اور عزت بچالی، اور جو مشتبہات میں جا پڑا تو (گویا) وہ حرام میں جا پڑا، جیسے چراگاہ کے اردگرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔“

(بُخَارِی ج ۱ ص ۱۳، ابنُ مَاجَه ۲۹۶)

ان روایات سے آفتابِ نیم روز کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن امور میں شبہ واقع ہو ان میں اپنے دین اور عزت کو صرف اسی صورت میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے کہ ایسے کاموں میں انسان دخل ہی نہ دے اور ان پر عمل پیرا ہو کر ہرگز اپنی ابدی زندگی کو برباد نہ کرے اور خلقِ خدا کو گمراہ ہونے سے بچائے۔ خصوصاً ایسے کام جو کفر اور شرک وبدعت کا ذریعہ بنتے ہوں۔ اور یہ معاملہ صرف یہیں بس نہیں ہو جاتا بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تردد اور اشتباہ والے کاموں سے بچنے کا صریح حکم ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت حسنؓ بن علیؓ (المتوفیٰ ۵۰ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَقُولُ: دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يَرِيبُكَ، فَإِنَّ الْخَيْرَ طُمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الشَّرَّ رِيبَةٌ۔

(مستدرک ج ۲ ص ۱۲، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

یعنی ”وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے تردد اور شبہ میں ڈالے، اور ایسی چیز اختیار کر جو تیرے لیے باعث تردد نہ ہو، کیونکہ خیر باعثِ اطمینان اور شر باعثِ شک ہے۔

یہ صریح اور صحیح حدیث بھی اس امر کو روشن کر دیتی ہے کہ جس چیز میں تردد اور شبہ ہو تو ایسی چیز کو چھوڑنا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنتیں زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے پاس موجود ہیں، جن میں کسی قسم کا ادنیٰ سے ادنیٰ شک اور شبہ بھی نہیں ہے، اور وہی روشن سنتیں طمانیتِ قلب کا کافی سامان مہیا کر دیتی ہیں اور ان کی خلاف ورزی شک اور شبہ کے تاریک گڑھے میں ڈال دیتی ہے۔

احادیث میں اس کی تصریح آتی ہے کہ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَامُنَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ لگانے، کپڑا پہننے، وضو کرنے میں، حتیٰ کہ ہر کام میں داہنے پہلو سے شروع کرنے کو ترجیح دیتے تھے، لیکن حضرت عبد اللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کے لیے کچھ حصہ نہ ٹھہرائے بایں طور کہ نماز سے فارغ ہوتے وقت داہنی طرف سے ہی پھرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھ لے، اس واسطے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں طرف بھی مڑتے دیکھا ہے۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ج ا ص ۸۷)

اس حدیث کی تفسیر اور تشریح میں مشہور محقق علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں:

وَفِیهِ: مَنْ أَصَرَّ عَلَى أَمْرٍ مَنْدُوبٍ، وَجَعَلَهُ عَزْمًا، وَلَمْ يَعْمَلْ بِالرُّخْصَةِ، فَقَدْ أَصَابَ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنَ الإِضْلَالِ، فَكَيْفَ مَنْ أَصَرَّ عَلَى أَمْرِ بِدْعَةٍ أَوْ مُنْكَرٍ۔

(مجمع البحار ج ؟ ص ۲۴۴)

"جس کسی نے کسی مندوب اور مستحب چیز پر اصرار کیا اور اس کو عزیمت بنا لیا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو گویا اس کو شیطان نے گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا۔ کیا حال ہو گا اس شخص کا جو کسی بدعت اور بری چیز پر اصرار کرتا ہے۔

اور یہی الفاظ علامہ طیبی الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۳ھ) نے شرح مشکوٰۃ میں اور حضرت ملا علی قاریؒ نے مرقات (ج ۲ ص ۱۴) میں تحریر فرمائے ہیں، جو اس امر کی واضح ترین دلیل ہے کہ بدعت اور منکر پر اصرار کرنا تو کجا رہا، اگر کوئی شخص امر مندوب اور مستحب پر یا رخصت پر بھی اصرار کرے گا تو وہ بھی شیطان کا پیروکار ہو گا اور اس کے اس فعل میں شیطان کا حصہ ہو گا۔

علامہ برکلی الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ اعۡلَمۡ أَنَّ فِعۡلَ الۡبِدۡعَةِ أَشَدُّ ضَرَرًا مِنۡ تَرۡكِ السُّنَّةِ، بِدَلِيلِ أَنَّ الۡفُقَهَاءَ قَالُوا: إِذَا تَرَدَّدَ الۡحُكۡمُ فِي شَيۡءٍ بَيۡنَ كَوۡنِهٖ سُنَّةً وَبِدۡعَةً، فَتَرۡكُهُ لَازِمٌ۔

(طریقہ محمدیہ)

''تم جان لو کہ بدعت کا کام کرنا ترکِ سنت سے زیادہ مضر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو اس کا ترک کرنا ہی ضروری ہو گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

وَمَا تَرَدَّدَ بَيۡنَ الۡبِدۡعَةِ وَالسُّنَّةِ يُتۡرَكُ۔

(عالمگیری مصری، ج ا ص ۱۷۹)

''جو چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو وہ چھوڑی جائے گی۔''

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ:

إِذَا تَرَدَّدَ الۡحُكۡمُ بَيۡنَ سُنَّةٍ وَبِدۡعَةٍ، كَانَ تَرۡكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلٰى فِعۡلِ الۡبِدۡعَةِ۔

(شامی ج ا ص ۲۰۰)

''جب حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو سنت کا ترک کرنا فعلِ بدعت پر مقدم ہو گا۔

قاضی ابراہیم صاحب الحنفیؒ فرماتے ہیں:

جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو اس کو چھوڑ دے، کیونکہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہے اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہیں۔

(نفائس الازہار ترجمہ مجالس الابرار ص ۱۲۹)

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

دَهر چه دَر آں شُبه بُود، تَوَقُّف دَر آں لازم۔

(مکتوبات حضرت شیخ بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۰۰)

بلکہ علامہ ابن نجیم الحنفیؒ لکھتے ہیں:

وَيَلْزَمُ أَنَّ مَا تَرَدَّدَ بَيْنَ بِدْعَةٍ وَوَاجِبٍ اِصْطِلَاحِيٍّ، فَإِنَّهُ يُتْرَكُ كَالسُّنَّةِ۔

(بحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۵)

”جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی کے درمیان دائر ہو تو لازم ہے کہ اس کو سنت کی طرح ترک کر دیا جائے۔

یہ عبارات اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ جب کوئی چیز ایسی ہو کہ اس میں سنت کے پہلو کے ادا کرنے سے بدعت لازم آتی ہو تو سنت کے پہلو سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کو مطلقاً ترک کرنا ضروری ہو گا۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ بدعت کا پہلو بھی تو شامل ہے۔ سنت تو خیر پھر سنت ہے، اگر کوئی چیز بدعت اور حضرات فقہاء کرام کے اصطلاحی واجب کے درمیان بھی دائر ہو تو اس کو بھی ترک کرنا لازم اور ضروری ہے کیونکہ اس سے فی الجملہ بدعت کی ترویج اور اشاعت کا اندیشہ ہے۔ اور بدعت اتنی قبیح ترین چیز ہے کہ شریعتِ مطہرہ اس کے وجود نامسعود تک کو گوارا نہیں کرتی، چہ جائیکہ اس کی نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل بہم پہنچائے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت کو ختم کرنے کے لیے مستحب، سنت اور حتیٰ کہ واجب تک کی قربانی بھی گوارا کر لی جائے گی مگر بدعت کو ہر گز ہر گز فروغ نہ دیا جائے گا۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص دانستہ یا نادانستہ بدعت میں آلودہ ہونا چاہے تو اس کی مرضی، ہمارے لیے سنت کافی ہے اور ہمیں ان محدثات اور مزخرفات میں الجھنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔

(ماخوذ از راہ سنت، ص154: مع تلخیص و تصرف)

مذکورہ بالا قاعدے کے پیش نظر آنے والے امور سے اجتناب کرنا چاہیے:

1. بزرگوں کی ایصالِ ثواب کے لیے ایاّم کی تعیین کرنا، اشتہارات چھاپنا، تداعی کے ساتھ لوگوں کو بلانا۔ یاد رہے: ہم ایصالِ ثواب کے قطعاً منکر نہیں۔
2. دسویں اور چالیسویں کو میّت کے لیے خیرات لازمی سمجھنا۔
3. مساجد میں رقص کرنا۔ یاد رہے: ہم ذکر و اذکار اور وجد کے منکر نہیں۔
4. اولیاءِ کرام کی قبور پر ذکر کا حلقہ بنا کر اجتماعی اور مخصوص طرز و طریقے سے ذکر کرنا۔

5. "یا رسولَ اللہ" اور "یا علی" کے نعرے لگانا۔

6. ماہِ صفر کے آخری چار شنبہ میں خوشی کی تقریب منانا، مٹھائیاں تقسیم کرنا۔

میں نے بطورِ نمونہ چھ مثالیں پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں مشتبہات، ممنوعات اور بدعات کو آپ اس قاعدے کی تناظر میں معلوم کر سکتے ہیں۔

ooooooooooooo

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

# مولانا عبد القدوس خان قارن صاحبؒ اور ان کی چند کتابوں کا تذکرہ

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ اللذین الصطفی امابعد!

بہت افسوس کے ساتھ چند کلمات لکھ رہا ہوں، عالم اسلام کے ایک بہت بڑے محقق، مدقق، مصنف کبیر اور مدرس شہیر ابن امام اہل السنت حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار بقاء کی طرف رخت سفر باندھ چکے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون وانا الیہ راجعون۔

حضرت امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رح کی وفات پر مولانا قارن صاحب رح نے اپنے مضمون میں ایک پیراگراف لکھا بعینہ وہی پیراگراف راقم مولانا قارن صاحب رح کے متعلق لکھتا ہے۔ صرف امام اہل السنت کی نام کے بجائے حضرت الشیخ مرحوم کا نام لگاتا ہوں۔

> ”مولانا عبد القدوس قارن رح کی وفات نے ان کے لاکھوں رشتہ داروں، شاگردوں اور تعلق داروں کو سوگوار کر دیا، بہت سے حضرات نے حضرت مرحوم کے متعلق مضامین لکھ رہے ہیں اور بعض نے لکھے بھی ہیں اور ان کے ساتھ اپنی محفوظ یادداشتوں کا تذکرہ کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں جو صلاحیتیں ودیعت رکھی تھیں یہ تمام مضامین ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ عقیدہ میں پختگی، اعمال وعبادات میں ثابت قدمی، اکابر کے ساتھ وابستگی، معاملات میں صفایی، رشتہ داروں اور مہمانوں کے ساتھ خوش اخلاقی ،گھریلو معاملات میں دیانت داری، تلامذہ کے ساتھ ہمدردی، علم وفقاہت میں گہرایی مگر طبیعت میں انتہایی سادگی اور مزاج میں شگفتگی ان کا طرہ امتیاز تھا۔“

(مجلہ صفدر امام اہل السنت نمبر باب 3 صفحہ /129)

حضرت قارن صاحب رح اکابرین علمایے دیوبند کے عقاید و نظریات کے بہترین مدافع تھے اور امام اہل السنت شیخ سرفراز خان صفدر رح کے صحیح اور حقیقی جانشین تھے، جس طرح حضرت رح تمام فتنوں کے لیے ننگی تلوار تھے، حذو النعل باالنعل حضرت قارن رح بھی اپنے اباجی کی طرح تھے، حضرت نے مختلف فتنوں کے

خلاف تحریری کام کیا ہے، مشہور منکر حدیث سعید احمد چتروگڑھی نے جب امام بخاری پر اپنے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی اور ایک بدبودار کتاب بنام " قرآن مقدس اور بخاری محدث " لکھی تو اس کی جواب میں کئی حضرات نے قلم اٹھایا لیکن جب امام اہل السنت کے جانشین حضرت قارن رح نے قلم چلایا تو حد کر دی۔

امام اہل السنت رح کا فرمان تھا کہ اس کتاب کا جواب لکھو تمہارا انداز ہی اور ہے۔ چنانچہ کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ

" میں قرآن مقدس اور بخاری محدث " کے جواب کا آغاز کر چکا تھا انہی دنوں حضرت والد صاحب دام مجد ھم کی زیارت کے لیے گھکڑ حاضر ہوا۔ میرے پہنچنے سے پہلے علماء کا ایک وفد حضرت دام مجد ھم سے ملاقات کر کے چلا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت کو بتایا کہ علامہ سعید احمد ملتانی کی ایسی کتاب شایع ہوئی ہے، جب میں حضرت سے ملا تو فرمانے لگے " سنا ہے ایسی کتاب شایع ہوئی ہے، بخاری پڑھانے والوں کو اس کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ میرے اندر ہمت نہی رہی ورنہ یہ کام میں خود کرتا۔ حضرت کے انداز سے میں نے ان کی خواہش معلوم کرلی تو میں نے کہا میں نے اس پر کام شروع کیا ہوا ہے حضرت نے دعا فرمائی۔ پھر ایک ملاقات کے دوران فرمانے لگے کہ تیری کتاب کہاں پہنچی تو میں نے کہا حضرت اس کتاب کے جواب آچکے ہیں اس لیے میں نے آگے کام چھوڑ دیا ہے فرمانے لگے:

" نہیں تمہارا انداز اور ہے اس لیے کام مکمل کرو ویسے بھی ہمارے حلقے سے امام بخاری کا دفاع ضرور ہونا چاہیے "

(امام بخاری کا عادلانہ دفاع 18)

دیوبندیوں کو سب سے زیادہ نقصان مماتیوں نے پہنچایا ہے

مولانا قارن صاحب رح فرماتے ہیں:

" بھیں ضلع چکوال میں عرصہ دراز سے پیر طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین صاحب کی زیر نگرانی " سنی کانفرنس " ہوتی ہے حضرت قاضی مظہر حسین صاحب کی دعوت پر

اس کانفرنس میں گئے حضرت والد صاحب کے بیان کے بعد حضرت قاضی صاحب کے آبائی گھر میں مجلس ہوئی عجیب منظر تھا جب حضرت والد صاحب اور حضرت قاضی صاحب آپس میں گفتگو فرمارہے ہوتے ، اسی دوران مجلس میں سے ایک صاحب نے موجودہ دور کے فتنوں کا ذکر کیا تو حضرت والد صاحب (امام اہل السنت) فرمانے لگے "

"سارے مخالف اکھٹے ہو کر دیوبندیوں کے خلاف یلغار کرتے تو دیوبندیوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے جتنا نقصان عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اور ان کی جماعت نے پہنچایا ہے، تو حضرت قاضی صاحب نے تائید میں فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

(مجلہ صفدر امام اہل السنت نمبر 143)

جب مشہور غیر مقلد ارشاد الحق اثری نے امام اہل السنت شیخ سر فراز خان صفدر کے خلاف ایک کتاب بنام "مولانا سر فراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" میں لکھی تو اس کے جواب میں مولانا قارن صاحب رح نے 320 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب لکھی جس کا نام ہے "مجذوبانہ واویلا"۔

حضرت کتاب کی وجہ تصنیف میں لکھتے ہیں:

" محترم جناب اثری صاحب ہے جنہوں نے اپنے من کی آگ فرو کرنے کے لیے بریلویوں ، شیعوں حتی کہ منکرین حدیث تک کی وکالت کر کے حضرت شیخ الحدیث (امام اہل السنت) صاحب دام مجد ھم کی کتب پر تنقید کی اور اپنی غیر مقلدانہ زبان اور جہالت کا خوب اظہار کیا۔ ان کی پوری کتاب کا اصولی جواب تو چند صفحات میں ہی ہو سکتا تھا اور خیال بھی یہی تھا کہ اصولی جواب دے دیا جائے مگر ہم نے محسوس کیا کہ ہمارے بعض ساتھی اثری صاحب کی کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد یوں سکتہ میں ہیں جیسے مجمع باز مداری گر کا کھیل دیکھ کر سادہ لوح دیہاتی سکتہ میں آجاتا ہے تو ہم نے ضروری سمجھا کہ پوری کتاب کا بالاستیعاب کا جواب دیا جائے۔"

(مجذوبانہ واویلا 8)

پھر اثری صاحب کے دیگچی نے جوش مارا اور مجذوبانہ واویلا کی رد میں کتاب لکھا " آئینہ ان کو دکھایا تو برامان گئے " جس کے جواب میں حضرت قارن رح نے کتاب لکھا بنام " تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے " اس

کے بعد اثری پٹرول پمپ میں تیل ختم ہو گئے اور لوگ واپس احناف دیوبند کے عظیم سپوت کی وجہ سے اپنے مسائل پر مطمئن ہو گئے۔

اسی طرح بدعات کی رد میں امام شاطبی رح کی کتاب کے بعد امام اہل السنت رح کی کتاب "راہ سنت" ہے جو اس مسلہ پر ایک انسائیکلوپیڈیا ہے لیکن بد قسمتی سے بعض پیٹ پرستوں کی اس کتاب کی وجہ ہاضمہ مزید خراب ہو گیا اور ان کو اپنے بدعات کی دکانیں سرد نظر آنے لگے تو انہوں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور راہ سنت کا جواب لکھا مصباح سنت۔ اس کا لکھنے والا رحیم یار خان کا مشہور بدعتی مفتی عبد المجید سعیدی رضوی ہے۔ اس نے راہ سنت پر لغو، بوگس اور لایعنی قسم کے اعتراضات کیے۔ جانشین امام اہل سنت حضرت قارن رح کی قلم نے حرکت کی اور اس بدعتی کو دندان شکن اور تحقیقی جواب دیا۔ حضرت قارن رح نے مصباح سنت کے جواب میں ایضاح سنت نامی کتاب لکھا ہے۔ اس میں موصوف نے بدعتی رضاخانی کی علمی قابلیت بھی جگہ جگہ نمایاں کی ہے۔

حضرت قارن صاحب رح کی کتب ورسائل میں ایک بہت علمی و تحقیقی کتاب بنام "علم تشابہات خاصہ خداوندی ہے" موجود ہے۔ کتاب کیا ہے علم کا ایک خزینہ ہے اور متاخرین فقہاء اور اصولیین کو حروف مقطعات اور تشابہات میں جو غلطیاں لگی ہے اس کو بھی واضح کیا ہے یہ کتاب کس طرح صفحہ قرطاس پر آیا ہے اس کی وجہ خود حضرت موصوف مرحوم سے سنیں۔ حضرت اقدس رح لکھتے ہیں:

> "حضرت امام اہل سنت رح کی کتابوں میں ایک کتاب ازالة الریب فی مسلة علم الغیب ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس کو مخلوق میں سے کسی کے لیے ثابت ماننا درست نہیں ہے۔ بریلوی مکتبہ فکر کے ایک ممتاز اور اپنے طبقے میں محقق العصر سے پکارے جانے والے عالم مفتی محمد خان قادری امیر کارواں اسلام و پرنسپل جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور نے خود غلط فہمی کا شکار ہو کر اس کتاب کے چند عبارات پر اعتراض کیا اور حضرت والد صاحب دام مجدھم کے شدید بیماری کے ایام میں ان کو بزریعہ خط اپنی تحریر بھیجوائی اور پھر اپنی اس تحریر کو بعض رسائل میں شائع بھی کروا دیا۔ مجھے بعض دوستوں نے اس شایع شدہ خط کی جانب توجہ دلائی۔ جب اس تحریر کو پڑھا تو اس کا جواب ضروری سمجھا گیا تاکہ مفتی صاحب موصوف کو توجہ دلا دی جائی کہ عبارات میں غلطی نہیں بلکہ آپ نے غلط فہمی میں

مبتلا ہو کر اعتراض کیا ہے۔ جب ہماری جانب سے جواب ان تک پہنچا تو انہوں نے باقاعدہ تحریری بحث کا آغاز کر دیا۔ اور پھر بات صرف ازالۃ الریب کی عبارت پر نہ رہی بلکہ انہوں نے علم نبوی اور متشابہات کے موضوع پر تحریری مباحثہ شرور کر دیا۔ وہ اپنے زیر نگرانی شایع ہونے والا رسالہ میں اپنے خیالات واشکالات کو شایع کرتے رہے اور تیرہ اقساط اس بارہ میں شایع کیں۔ راقم الحروف نے بھی مدرسہ نصرت العلوم گجرانوالہ کی جانب سے شائع ہونے والا رسالہ ماہنامہ نصرۃ العلوم میں ان کے شکوک وشبہات کے بفضلہ تعالی مدلل جوابات سے ان کا تعاقب کیا۔ اور اس تحریری مباحثہ کا محترم مفتی قادری صاحب نے اپنی تیرھویں قسط کے ساتھ ختم کا اعلان کر دیا۔

(علم متشابہات خاصہ خداوندی ہے 7,8)

بہرحال مولانا عبدالقدوس قارن صاحب رحمہ اللہ کیا تھے علم معولات ومنقولات کا خزینہ تھے بلک ان کو اگر امام اہل السنت کا عکس کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں حضرت کے علوم سے مستفیض ہونے کی توفیق دیں۔

علامہ اقبال مرحوم کی شعر پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں کہ

ہزاروں سال نرگس اپنے بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے اس چمن میں دیداور پیدا

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط نمبر ۱)

# مقدمہ انوار الغرہ

[انڈیا کے ایک فاضل نوجوان مولانا شہزاد علی الامینی حفظہ اللہ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے اثبات میں ''انوار الغرہ'' نامی کتاب لکھی، یہ تحریر اسی کتاب کا مقدمہ ہے، جسے افادۂ عام کے لئے مجلہ راہِ ہدایت میں شائع کیا جا رہا ہے، والحمد للہ۔]

پاک وہند میں قدیم ترین زمانہ سے اہل سنت احناف آباد چلے آرہے ہیں۔ اس حقیقت کو نواب صدیق حسن غیر مقلد نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا:

''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چوں کہ کثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے، اور ہیں۔ اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر ''فتاوی ہندیہ'' یعنی فتاوی عالم گیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبد الرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی تھے۔''

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۱، ۱۰)

اہل سنت احناف کی قدامت جان لینے کے بعد اَب فرقہ غیر مقلدین کی تاریخ پیدائش خود انہی کے زبانی جانیں۔ مولانا محمد شاہ جہان پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''کچھ عرصے سے غیر معروف مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں، پچھلے زمانے میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں بلکہ ان کا نام بھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہلِ حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں لیکن مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد وہابی یا لا مذہب لیا جاتا ہے۔''

(الارشاد الی سبیل الرشاد صفحہ ۱۳)

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد اعتراف کرتے ہیں:

”ہمارے زمانہ میں ایک نیا فرقہ کھڑا ہوا ہے جو اتباعِ حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور در حقیقت وہ لوگ اتباعِ حدیث سے کنارے ہیں۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث:۷/ ۸۰)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اہلِ حدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں حضرت میاں صاحب (مولوی نذیر حسین صاحب) سے ظاہر ہوا ہے اس لیے غیر مقلد اہلِ حدیثوں پر وہابی کا الزام حضرت میاں صاحب سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت موصوف سے پہلے کسی شخص کو بھی وہابی نہ کہا گیا تھا۔“

(اہلِ حدیث امر تسر ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ اگست ۱۹۱۸ء صفحہ ۳)

امر تسری صاحب آگے لفظ ”وہابی“ کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

”اہلِ حدیث (غیر مقلدین) پر یہ لفظ حضرت میاں صاحب سے شروع ہوا۔ کیوں کہ حضرت موصوف سے پہلے اہلِ حدیث کا گروہ بحیثیت غیر مقلد ہندوستان میں نہ تھا۔ جن لوگوں کو ان سے پہلے لوگ ”وہابی“ کہا کرتے تھے، وہ مسائل توحیدیہ کی وجہ سے کہتے تھے نہ کہ مسائل ترک تقلید کی وجہ سے۔“

(اہلِ حدیث امر تسر ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ اگست ۱۹۱۸ء صفحہ ۳)

امر تسری صاحب کی مذکورہ دونوں عبارتوں کا عکس ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب ”تاریخ ختم نبوت: ۴۳۴“ پہ دیکھ سکتے ہیں۔

مولانا عبد الجبار غزنوی صاحب غیر مقلد اعتراف کرتے ہیں:

”ہمارے زمانہ میں ایک نیا فرقہ کھڑا ہوا ہے جو اتباعِ حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور در حقیقت وہ لوگ اتباعِ حدیث سے کنارے ہیں۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث:۷/ ۸۰)

مولانا محمد امین غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے اہلِ حدیث یا محدثین کے نام پر ایک نیا اندازِ فکر متعارف کروایا جارہا ہے جسے اہلِ ظاہر یا خوارج کا اندازِ فکر کہا جاسکتا ہے جس میں اعتدال نام کی کوئی چیز نہیں۔"

(نماز کے بعد دعائے اجتماعی اور طائفہ منصورہ کا مسلکِ اعتدال صفحہ ۱۱۹، تالیف: ابو مسعود مولانا عبد الجبار سلفی)

مولانا محمد حسین شیخوپوری غیر مقلد کہتے ہیں:

"یہ صدی ہی مسلک اہلِ حدیث کی ہے۔ یہ مسلک پھیلا ہی پھیلا ہے۔"

(خطبات محمد حسین شیخوپوری: ا/۷۷، جمع وترتیب: حافظ محمد ربانی، ناشر: مکتبہ ربانیہ منڈی عثمان والا ضلع قصور)

جب یہ فرقہ وجود میں آیا اس نے ایک مسئلہ تو یہ ظاہر کیا ہے کہ بھینس کی قربانی جائز نہیں، جب کہ صدیوں سے بھینس کے قربانی کے جواز پر امت کا تعامل چلا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ مولانا نعیم الحق ملتانی نے اپنی کتاب "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ" میں اعتراف کیا ہے کہ بھینس کی قربانی باجماعِ امت جائز ہے، اور اس جواز کے خلاف سب سے پہلے قدم مولانا عبد اللہ روپڑی نے اُٹھایا۔

غیر مقلدینِ سندھ کے قائد مولانا بدیع الدین راشدی نے ایک نیا مسئلہ گھڑ کر اپنے معتقدین کے حوالے کیا کہ نماز باجماعت میں مقتدی ربنا لک الحمد اونچی آواز میں کہا کریں۔ جب کہ پچھلی صدیوں میں اس مسئلہ پر عمل کسی کا نہ تھا۔ یہاں تک خود غیر مقلد مصنف شیخ کفایت اللہ سنابلی نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ربنا لک الحمد" کو بالجہر پڑھنے کا رواج ماضی قریب میں ہوا ہے ......سلف صالحین، صحابہ و تابعین کے اَدوار میں اس مسئلہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، عہدِ صحابہ سے لے کر عصر حاضر تک حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن کا جتنا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے کسی میں بھی اس مسئلہ کی جانب اَدنیٰ اشارہ تک نہیں۔"

(ربنا لک الحمد آہستہ پڑھیں یا بآواز بلند؟ صفحہ ۱۳، ناشر: دار التحقیق والنشر والطباعة ،اشاعت: ۲۰۱۰ء)

غیر مقلدین کے "شیخ الاسلام" مولانا ثناء اللہ امر تسری نے لکھا:

" میں تین جنتوں کا قائل ہوں (۱)بابا آدم کی جنت (۲)موجودہ صلحاء کی جنت(۳)آخرت کی جنت۔ بس میرا یہ عقیدہ ہے۔ چاہے کوئی متقدمین و متاخرین میں سے اس کا قائل ہوا ہو یا نہ۔ میرے لئے نص قرآنی بس ہے۔ میں نہی معنٰی سے غیر مقلد (اہلِ حدیث) ہوں۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۲۳)

امر تسری صاحب نے تاثر دیا کہ ایسا مسئلہ بلکہ عقیدہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے، جس سے اسلام کا سارا ماضی خالی ہو۔

مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق [ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں (ناقل)] اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۴)

جب ترک تقلید کے یہ نتائج ہوں، تو وہاں بھینس کی قربانی کا جواز نہ ماننا "ربنا لک الحمد" کے اونچا پڑھنے پر اُبھارنے کے لئے شیخ بدیع الدین راشدی کا "نشاط العبد" نامی مستقل رسالہ لکھ دینا اور مولانا ثناء اللہ امر تسری کا تین جنتوں کا قائل ہونا کوئی زیادہ باعث تعجب نہیں۔

بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ بھینس کی قربانی کے جواز پر اُمت کا تعامل تھا، غیر مقلدین نے اسے تو قبول نہیں کیا، اور "ربنا لک الحمد" کو جہراً کہنا اُمت میں متروک رہا، مگر اسے قبول کر لیا۔

اس افراط و تفریط کے ساتھ ساتھ اس فرقہ کی عمومی دل چسپی چند مختلف فیہ مسائل میں رہی۔ اور یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں، بلکہ اُن کے اپنے علماء نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ حوالہ جات بندہ نے اپنے اک مضمون "غیر مقلدین کے دین کا محور" میں جمع کر دیئے ہیں، جو بعض رسائل میں طبع ہو چکا۔ چند حوالے یہاں بھی ملاحظہ ہوں۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

”رہے یہ جاہل [غیر مقلدین (ناقل)] تو ان کا حدیث کے ساتھ بڑے سے بڑا سلوک فقط یہ ہے کہ یہ لوگ چند ایسے مسائل کو اختیار کر لیتے ہیں جو عبادات کے اندر مجتہدین اور محدثین کے مابین اختلافی ہیں معاملات کے متعلق مسائل جو کہ روزمرہ پیش آتے ہیں ان سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔“

(الحطہ:۵۳ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث صفحہ ۱۰۰)

مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

”موجودہ جماعت اہلِ حدیث آمین و رفع یدین اور اس قسم کے دو چار فروعی مسئلوں پر قانع ہو کر رہ گئی ہے۔“

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک:۲۹ بحوالہ تجلیاتِ صفدر:۵/۵۳۲)

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری کہتے ہیں:

”اہلِ حدیث آمین، رفع الیدین کے سوا جانتے کچھ بھی نہیں۔“

(خطبات بہاول پوری:۴/۳۲۵)

پروفیسر صاحب نے مزید کہا:

”اہلِ حدیث کا اسلام کیا ہے ؟ آمین، رفع الیدین، تین چار باتیں، باقی سب ختم … چھٹی…“

(خطبات بہاول پوری:۴/۲۴۳)

شیخ ابو المیزان نصیر احمد رحمانی نے تحریر کیا:

”مختلف فیہ مسائل کا تنازعہ دُور کرنا بلاشبہ تبلیغ دین کا ایک حصہ ہے مگر ساری فوج دیگر محاذ چھوڑ کر یہیں ڈٹ جائے تو باقی محاذوں کی کیا درگت بنے گی، اس کا اندازہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کی دنیا دیکھ لیجئے کمانڈر نہ ہو یا ہو مگر کمزور ہو تو فوج ایسی ہی من مانی کرتی ہے جیسی آج کل ہو رہی ہے۔ ساری اہلِ حدیثیت ایک 'مختلف فیہ مسائل' کے نام ہو گئی ہے۔“

(تقریظ انوار البدر صفحہ ۴۵، ناشر اسلامک انفارمیشن ممبئ)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر لکھتے ہیں:

"کسی بھی مسلک کے لوگ سو فی صد درست نہیں ہیں، آپ کے مسلک کے لوگ بھی۔ کیوں کہ سو فی صد درست ہونا عصمت ہے اور عصمت انبیاء کا خاصہ ہے، نہ کہ مسالک اور جماعتوں کا۔ پس ہمارے معاشرے میں تین قسم کے اہل حدیث پائے جاتے ہیں۔ پہلی قسم عوامی اہلِ حدیث کہ جن کی اکثریت کے نزدیک اہلِ حدیثیت کا مفہوم احناف کے رَد سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسری قسم ان علماء اور طلباء کی ہے کہ جو اہلِ حدیث کو ایک ایسے مسلک کی صورت میں پیش کرتے ہیں کہ جس کے کچھ امتیازی مسائل مثلاً فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین، آمین بالجہر، سینے پر ہاتھ باندھنا، آٹھ تراویح، تقلید اور ایک مجلس کی تین طلاقیں وغیرہ ہیں۔ ان کی تحقیق کا سارا امید ان یہی امتیازی مسائل ہیں۔ جو اِن امتیازی مسائل کے قائل ہوں وہ ان کے نزدیک اہلِ حدیث ہیں اور جو قائل نہ ہوں تو وہ اہلِ حدیث نہیں ہیں۔ اس گروہ کا زیادہ تر تحقیقی کام تقلید کے رَد میں ہے۔ یہ گروہ اپنے امتیازی مسائل میں حد درجے حساس ہے۔ اور ان امتیازی مسائل میں سے کسی مسئلہ سے اختلاف ہی ان کے نزدیک مسلک اہلِ حدیث میں داخل یا خارج ہونے کا واحد معیار ہے۔"

(صالح اور مصلح صفحہ ۳۹۲)

مذکورہ بالا عبارات میں اعتراف ہے کہ غیر مقلدین کی دل چسپیوں کا محور چند اختلافی مسائل ہیں، جن میں ایک مسئلہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے۔

غیر مقلدین کے قدیم فتاوی میں سے ایک "فتاویٰ ثنائیہ" ہے۔ جس میں مولانا ثناء اللہ امر تسری کے فتاوی شامل ہیں۔ فتاوی کے اس مجموعہ میں جہاں اور کئی مسائل درج ہیں، وہاں سینے پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ بھی درج کیا، اور بزعم خود اسے مدلل کرتے ہوئے لکھا:

"سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری، مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔"

(فتاوی ثنائیہ: ۱/۴۴۳)

یہ عبارت "فتاوی علمائے حدیث: ۳/۹۱" پہ بھی منقول ہے۔

اس عبارت میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ بخاری میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی بکثرت حدیثیں ہیں اور مسلم میں بھی۔ پہلے تو یہ متعین کریں کہ "بکثرت" کی کم اَز کم کی مقدار کیا ہے؟ بیس، دس، پانچ یا کتنی؟ جب غیر مقلدین "بکثرت" کی تعداد متعین کر دیں تو اگلا سوال یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے وہ کثیر حدیثیں ہمیں بخاری اور مسلم سے دکھائیں۔ قارئین کرام! صحیح مسلم میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ اسی طرح بخاری میں بھی نہیں۔

البتہ غیر مقلدین بخاری کی ایک حدیث سے اپنا من پسند مطلب کشید کرتے ہیں کہ اس سے سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے۔ جب کہ اس حدیث سے سینہ پر ہاتھ باندھنا اخذ نہیں ہوتا۔ علی سبیل التنزل اسے حدیث سے استدلال کا نام دیں، تو عرض ہے کہ غیر مقلدین نے اپنی کتب میں لکھا ہوا ہے کہ کسی کے استدلال کو "حدیث" کا نام نہیں دیا جاتا۔ [اس پر بحث آئندہ اوراق میں آئے گی، ان شاء اللہ] اس لیے یہ کہنا بجا ہوا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث جس طرح مسلم میں نہیں ہے، اسی طرح بخاری میں بھی نہیں۔ اگر امرتسری صاحب یوں کہتے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت بخاری و مسلم ہے" تو بھی غلط ہوتا۔ مگر انہوں نے تو یوں: "سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری، مسلم میں بکثرت ہیں۔" دعوی کیا۔ "بکثرت" کا دعوی تو کئی گنا زیادہ غلط ہے۔

پھر شیخ خالد گرجاکھی صاحب میدان میں آئے انہوں نے اپنے ایک رسالہ میں سیدنا وائل رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث لکھی جس میں "علی صدرہ" الفاظ ہیں۔ پھر اس پر حدیث کی آٹھ کتب: مسلم، ابن ماجہ، دارمی، دار قطنی، ابو داود، بخاری، مسند احمد اور مشکوۃ کا حوالہ دیا۔ (اثبات رفع یدین صفحہ ۱۹،۲۰)
حالاں کہ "علی صدرہ" کا جملہ مذکورہ بالا آٹھ کتب حدیث میں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔ (تجلیات صفدر)

فتاوی علمائے حدیث: ۳/ ۹۵ میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی رائے کو بادلیل ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیت پیش کی گئی: فصل لربک وانحر۔ اور تاثر دیا کہ اس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا حکم ہے یعنی نماز پڑھ اور سینے پر ہاتھ باندھ۔ مگر اس طرح کے طرزِ عمل کو خود اُن کے حلقہ میں بھی خاصی مقبولیت نہ ملی۔ اس لئے کہ اُن کے حلقہ میں جو مترجم قرآن اور تفسیریں موجود ہیں، اُن میں اس کا ترجمہ "قربانی کر" کیا ہوا ہے، پھر اسی کے مطابق تفسیر کی گئی ہے۔

یہاں تک اُن کی طرف سے شیخ صلاح الدین یوسف کے ”تفسیری حواشی“ شائع ہوئے، تو انہوں نے بھی اس کی تفسیر قربانی سے کی: ان کے الفاظ پڑھیے!

”نحر کے اصل معنیٰ ہیں اونٹ کے حلقوم مس نیزہ یا چھری مار کر اسے ذبح کرنا۔ دوسرے جانوروں کو زمین پر لٹا کر گلوں پر چھری پھیری جاتی ہے، اسے ذبح کہتے ہیں۔ لیکن یہاں نحر سے مراد مطلق قربانی ہے، علاوہ ازیں اس میں بطور صدقہ وخیرات جانور قربان کرنا، حج کے موقعے پر منی اور عید الاضحیٰ کے موقعے پر قربانی کرنا، سب شامل ہے۔“

(تفسیری حواشی صفحہ ۱۷۴۹)

## سینے پر ہاتھ باندھنے کی سب سے قوی سمجھی جانے والی روایت کا حال

زمانہ آگے بڑھا تو غیر مقلدین کی طرف سے نیا دعوی سامنے آیا کہ ہمارے پاس سینہ پر ہاتھ باندھنے کے موقف پر سب سے زیادہ صحیح اور وزنی دلیل موجود ہے۔ اور وہ ہے صحیح ابن خزیمہ کی حدیث، جو سیدنا وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ پر ہاتھ باندھے۔

صحیح ابن خزیمہ کی اس روایت کے متعلق مولانا محمود احمد میر پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان سب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذِکر ہے۔“

(فتاویٰ صراط مستقیم صفحہ ۱۷۴، مکتبہ قدوسیہ لاہور، اشاعت ۲۰۱۰ء)

حافظ محمد اسلم حنیف (جامعہ محمدیہ اہلِ حدیث لیاقت پور پاکستان) لکھتے ہیں:

”سینے پر ہاتھ باندھنے کی سب سے زیادہ صحیح روایت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ہے... صحیح ابن خزیمہ ۲۴۳/۱۔“

(نماز جنازہ کے احکام ومسائل صفحہ ۷۰، ناشر جامعہ محمدیہ اہلِ حدیث لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں)

غیر مقلدین نے سعودی عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین کے فتاوی اُردو میں شائع کئے۔ فتاوی کے اس مجموعہ میں حدیث وائل کی بابت لکھا ہے:

”اس حدیث میں گو قدرے ضُعف ہے لیکن اس مسئلہ سے متعلق دیگر احادیث کی بہ

نسبت زیادہ صحیح ہے۔"

(فتاوی ارکان اسلام صفحہ ۱۷۱، ترجمہ: مولانا خالد سیف، طبع دار السلام)

میر پوری، اسلم حنیف اور شیخ العثیمین کی تصریح کے مطابق سینے پر ہاتھ باندھنے کی بابت سب سے زیادہ صحیح حدیث "حدیثِ وائل" ہے جو ابن خزیمہ میں مروی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جب غیر مقلدین کو اختصار مطلوب ہو تو اسی روایت کے ذِکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ فاروق اصغر صارم غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔"

(اہلِ تقلید کی طرف سے سوالات اور اہلِ حدیث کی طرف سے اُن کے جوابات صفحہ ۲، ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ)

پھر صارم صاحب نے ابن خزیمہ سے حدیث وائل لکھی۔ جس طرح صارم صاحب نے حدیث وائل پر اکتفاء کیا، اسی طرح شیخ صلاح الدین یوسف نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے حوالہ سے صرف اسی ایک روایت کو درج کیا ہے۔(نماز محمدی اور مسنون دعائیں، صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۲، طبع دار السلام)

سینے پر ہاتھ باندھنے کی جس روایت کو غیر مقلدین سب سے زیادہ صحیح کہہ رہے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ آیئے! اسے جانتے ہیں۔

(۱)......اس کی سند میں عاصم بن کلیب ہے۔ غیر مقلدین نے ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود اور عاصم کے طریق کی دیگر حدیثوں کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اس راوی کو ضعیف کہاہے۔

چنانچہ مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"عاصم بن کلیب اور محمد بن جابر کے دونوں طریق باتفاق ائمہ ضعیف ہیں۔"

(تحریک آزادیٔ فکر صفحہ ۲۵۴)

حکیم محمود سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں عاصم بن کلیب ضعیف ہے۔"

(شمس الضحیٰ صفحہ ۱۱۱ بحوالہ نور الصباح: ۲۲۹/۲)

مولانا صادق خلیل غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں عاصم بن کلیب راوی منفرد اور ضعیف ہے۔"

(شرح مشکوۃ اردو: ۱/ ۳۶۸)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسے معتبر قرار دینے سے یہ بات مانع ہے کہ اس کا دار و مدار عاصم بن کلیب جرمی پر ہے۔"

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۷۲)

آگے لکھا:

"اس حدیث کا دار و مدار بھی عاصم بن کلیب پر ہے، جن کا ساقط الاعتبار ہونا واضح کیا جا چکا ہے۔"

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۸۵)

مزید لکھا:

"اس کی سند میں واقع عاصم بن کلیب کا حال ہم بیان کر آئے ہیں کہ ان کی روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔"

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۵۸۸)

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"سند کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ منفرد ہے۔ امام ابن المدینی نے کہا ہے کہ جب وہ منفرد ہو تو قابلِ احتجاج نہیں۔"

(مقالاتِ اثری: ۲/ ۱۱۳)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اسے بیان کرنے میں عاصم منفرد ہے اور امام علی بن مدینی کہتے ہیں کہ جب عاصم منفرد ہو تو حجت نہیں ہوتا۔"

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/ ۲۲۷)

**تنبیہ:** مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے سجدوں کے درمیان سبابہ انگلی سے اشارہ کی بابت ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”الغرض عاصم بن کلیب مختلف فیہ ہے۔ بعض اہلِ علم اس کو ثقہ کہتے ہیں اور بعض ضعیف اور بقاعدہ **مُسلّمہ** اُصولِ حدیث ”الجرح مقدم علی التعدیل“ جس روایت کے ساتھ عاصم بن کلیب منفرد ہو جائے، وہ لائق احتجاج کے نہیں ہے۔“

(فتاویٰ غزنویہ صفحہ ۲۵، ۲۶، بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۴۸/۳)

(۲)......اس حدیث کی سند میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے اور غیر مقلدین کے ہاں یہ ضعف کا سبب ہے۔

شیخ خرم شہزاد غیر مقلد ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ روایت سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور ”عن“ سے روایت کر رہے ہیں کسی کتاب میں سماع کی صراحت نہیں ہے۔ اَب سفیان ثوری کے مدلس ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں......۔“

(کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے؟ صفحہ ۳۹، ناشر: مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعت اول جنوری ۲۰۱۷ء)

خرم صاحب نے مزید لکھا:

”راقم الحروف کے استاد محترم محدث العصر شیخ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: اسنادہ ضعیف، ابن عقیل ضعیف ہے، اور سفیان ثوری عن سے روایت کر رہا ہے اور اس حدیث کے شواہد ضعیف ہیں۔“

(کیا خصی جانور کی قربانی سنت ہے؟ صفحہ ۴۴، ناشر: مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعت اول جنوری ۲۰۱۷ء)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے یہ روایت ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔“

(علمی مقالات: ۳۶۸/۶)

علی زئی صاحب اس روایت کی بابت دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”سفیان الثوری ثقہ مدلس ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔“

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام:۲۸، مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہما ان کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل نہیں، لہٰذا ان کے ساتھ اختلاف کیا جا سکتا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت صرف سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

(توضیح الاحکام:۲/۳۳۵)

مولانا ابو معاذ الحمیدی محمد بلال غیر مقلد نے علی زئی کے متعلق لکھا:

”محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں کوئی روایت ثابت نہ ہوتی، خواہ وہ اپنے مسلک کے موافق بھی ہوتی تو حق بات لکھ دیتے۔“

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۲۶۸)

علی زئی صاحب کی طرف سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو ضعیف کہنا ”حق“ ہے۔

## غیر مقلدین کا دورُخا منہج، خود اُن کے اپنے لکھاری کی زبانی

یہاں ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ بہت سے غیر مقلدین نے طرزِ عمل اپنایا ہے کہ وہ ترک رفع یدین کی حدیث پر جرح کرتے ہوئے اس کی کئی سندوں کو سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہہ چھوڑتے ہیں، مگر ابن خزیمہ کی حدیث وائل کو سفیان کے عنعنہ کے باوجود صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وکیل ولی قاضی غیر مقلد (رکن شوری جمعیت اہلِ حدیث حیدر آباد) نے غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو دوغلہ پالیسی قرار دے کر کہا کہ اس دورخے منہج کی وجہ سے اہلِ حدیث کو خفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے غیر مقلد علماء سے کی گئی ملاقاتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کئی علماء سے بالمشافہ بات چیت ہوئی اور مشہور مسائل تدلیس اور مروجہ حسن لغیرہ کی حجیت وعدم حجیت پر بات ہوئی تو اُن علماء کے پاس اطمینان بخش جواب نہیں تھا۔ کہیں کثرت

طرق کی بنا پر کسی روایت کو حسن منوانے کی کوشش کی جاتی اور جب ہم فضیلت پندرہ شعبان جیسی روایت جو کثیر الطرق ہوتی پیش کرتے تو اُس کی ایک ایک سند کو ضعیف ثابت کر کے رد کر دیا جاتا۔ کہیں صحیح ابن خزیمہ کی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی سینے پر ہاتھ والی روایت کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کے باوجود صحیح باور کروایا جاتا اور مخالفت میں جامع ترمذی کی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین والی روایت کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے رد کر دیا جاتا۔ یہ ہے وہ دورُخا منہج جس سے ہمیشہ دعوتی میدان میں اہلِ حدیث کو خفت کا سامنا کرنا پڑا۔"

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۵۵۳)

احادیث کے رَد و قبول میں غیر مقلدین کی من مانیوں کی بابت وکیل ولی قاضی کا مذکورہ دعوی بالکل سچ ہے۔ غیر مقلدین واقعۃً دورُخی کا شکار ہیں۔ بطور نمونہ دیکھئے۔

مولانا داود ارشد نے سینے پر ہاتھ باندھنے پر ابن خزیمہ کی حدیث وائل سے استدلال کیا جس کی سند میں سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/ ۴۱۸)

حدیث اور اہلِ تقلید جلد اول میں سفیان کے عنعنہ والی روایت سے دلیل پکڑی۔ اور اس کی دوسری جلد میں ترک رفع یدین کی حدیثوں کو ضعیف باور کرانے کے لیے سفیان ثوری کی تدلیس کا بہانہ بنایا۔

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/ ۲۲۷)

اور یہ بھی جانتے چلیں کہ داود ارشد نے تدلیس کو کذب بیانی بھی کہا ہے۔

(دین الحق: ۱/ ٦۴)

جب داود صاحب کے نزدیک تدلیس کذب بیانی ہے تو سیدنا وائل رضی اللہ عنہ والی حدیث تدلیسِ سفیان کی وجہ سے موضوع / من گھڑت ہونی چاہیے مگر چوں کہ یہ حدیث اُن کے مسلک کی موافقت میں ہے، اس لئے نہ صرف یہ کہ اس سے استدلال کر لیا بلکہ صراحۃً بھی اسے صحیح کہہ دیا۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"صحیح حدیث میں نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں...“

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۱۲۲)

یہاں شیخ خبیب اثری غیر مقلد کا کردار بھی دیکھ لیں۔ اُن کے نزدیک سفیان کی تدلیس وجہ ضعف، نہیں مگر ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کی بابت لکھ دیا:

”اس حدیث کو سفیان ثوری کی وجہ سے محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ضعیف گردانا ہے۔“

(مقالاتِ اثریہ صفحہ ۲۹۵)

خبیب صاحب کا مذکورہ دعوی غلط ہے۔ اس بات کی تردید کے لئے شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی درج ذیل عبارت پڑھئے۔ وہ ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود کے متعلق لکھتے ہیں:

”محدثین کی ایک کثیر تعداد کا......سفیان ثوری کے عنعنہ سے تعرض نہ کرنا یہی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ سفیان ثوری کا عنعنہ محدثین کے نزدیک مضر نہیں ہے کیوں کہ وہ قلیل التدلیس ہیں۔“

(انوار البدر صفحہ ۱۴۹، ناشر اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی)

مزید تفصیل بندہ کی کتاب ”احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں“ میں ہے۔

(۳)......سینے پر ہاتھ باندھنے والی اس روایت ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل بن اسماعیل راوی ہے، جسے متعدد محدثین اور کئی غیر مقلدین نے ضعیف کہا ہے۔

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

”كثير الخطاء“

(کتاب الجرح والتعدیل: ۸/ ۳۷۴)

یعقوب بن سفیان الفارسی فرماتے ہیں:

"کان لا یسعه ان یحدث وقد یجب علی اهل العلم ان یقعوا عن حدیثه ،اس کے لیے حدیث بیان کرنا جائز نہیں تھا، اہلِ علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے توقف کریں۔"

(کتاب المعرفة والتاریخ :۵۲/۳)

ابن سعد فرماتے ہیں:

"کثیر الغلط"

(الطبقات الکبری لابن سعد:۵۰۱/۵)

دارقطنی کہتے ہیں:

"کثیرالخطاء"

(سوالات الحاکم للدارقطنی:۴۹۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"سیءالحفظ"

(تقریب:۷۰۲۹)

احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"کان یخطئ"

(سوالات المروزی:۵۳وموسوعۃ اقوال الامام احمد:۴۱۹/۳)

محدثین کے مذکورہ بالا حوالے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی کتاب "علمی مقالات :۴۱۷/۱ تا۴۱۹" سے منقول ہیں۔ علی زئی کے ہاں مؤمل اگرچہ ثقہ ہے مگر انہوں نے یہ تسلیم کیاہے کہ مذکورہ محدثین نے اس راوی پر جرح کی ہے۔

امام مروزی رحمہ اللہ نے کہا:

"اذا انفرد بحدیث وجب ان توقف و یتثبت فیه لانه کان سئ الحفظ کثیر الغلط،جب یہ کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو توقف کیا جائے گا،

اور اس میں چھان بین کی جائے گی، کیوں کہ یہ بُرے حافظے والے تھے اور زیادہ غلطی کرتے تھے۔"

(تعظیم قدر الصلوۃ: ۲/۴۷۵)

امام زکریا بن یحیٰ الساجی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"صدوق كثير الخطاء ، یہ سچے ہیں اور بہت غلطی کرنے والے ہیں۔"

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ۱۰/۳۳۹)

امام ابن عمار الشہید رحمہ اللہ نے کہا:

"فاما مؤمل فكان قد دفن كتبه وكان يحدث حفظا فيخطئ الكثير ، جہاں تک مؤمل کی بات ہے تو انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور حافظے سے روایت کرتے تھے، جس کے سبب بہ کثرت غلطی کر جاتے۔"

(علل الاحاديث فی صحيح مسلم:۱۰۷،تهذيب الكمال :۲۹/۱۷۸)

امام مروزی، امام الساجی اور امام ابن عمار رحمہم اللہ کے حوالے سنابلی کی کتاب "انوار البدر :۴۳۵، ۴۳۷ سے لئے ہیں۔

محدثین کی طرح متعدد غیر مقلدین نے بھی "مؤمل بن اسماعیل" کو ضعیف تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ شیخ البانی لکھتے ہیں:

"المؤمل هذا ضعيف لسوء حفظه ، یہ مؤمل اپنے بُرے حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔"

(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة :۳/۲۲۷)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد خود اگرچہ مؤمل کو ثقہ سمجھتے ہیں، مگر انہوں نے اتنا تسلیم کیا کہ شیخ البانی اور شعیب ارناؤط اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"علامہ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب الارناؤط نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق صحیح ابن خزیمہ والی حدیث کے راوی "مؤمل بن اسماعیل" کو بھی ضعیف کہا ہے اور وہ بھی

اسی انداز میں۔ چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا:"مؤمل ابن اسماعیل فانه ضعیف لسوء حفظه و کثرة خطأه"(سلسلة الاحادیث الضعیفة :۲/۲۹۳)مؤمل بن اسماعیل، یہ بُرے حافظہ اور بکثرت غلطیاں کرنے کے سبب ضعیف ہے۔" شیخ شعیب الارناؤط نے کہا:" وهذا اسناد ضعیف لضعف مؤمل بن اسماعیل۔"(مسند احمد (۲۱/۱۶۶)
"اس کی سند ضعیف ہے مؤمل بن اسماعیل کے ضعیف ہونے کے سبب۔"

(یزید بن معاویہ...... صفحہ ۲۳۹)

غیر مقلد برادری کے دیگر مصنفین: شیخ عبد الرووف سندھو اور شیخ عقیل احمد اور وغیرہما نے بھی تسلیم کیا کہ مؤمل ابن اسماعیل ضعیف راوی ہے۔ حوالہ جات اگلے عنوان "غیر مقلد علماء کا اعتراف کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے" کے تحت منقول ہیں۔ وہ حوالے تو اس عنوان کے تحت پڑھ لینا، البتہ یہاں ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی غیر مقلد کی ایک عبارت ملاحظہ فرماتے چلیں۔ مؤمل بن اسماعیل کے متعلق اُن کی اپنی رائے جو ہو سو ہو مگر انہوں نے اتنا تسلیم کیا کہ اس راوی کو بالعموم ضعیف سمجھا گیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بعض محدثین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جنہیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے ...... جیسے مومل بن اسماعیل ، نعیم بن حماد الخزاعی المروزی ، محمد بن عثمان بن ابی شیبه اور شهر بن حوشب، وغیرهم۔"

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث اشاعتِ خاص بیادِ شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۲۲۵،۲۲۶)

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد [جامعہ سید نذیر حسین دہلی] لکھتے ہیں۔:

"سند کو مومل کی وجہ سے ضعیف قرار دینا بھی درست نہیں کیوں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور کثرتِ طرق سے یہ حدیث صحیح ہے۔"

(زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کا تحقیقی جائزہ: ۲۴، ناشر: ادارہ تحفظ کتاب و سنت دہلی)

**فائدہ:**

رضاء اللہ صاحب نے تعدد طرق کا سہارا لیا ہے۔ حالاں کہ میری معلومات کے مطابق ابن خزیمہ میں مروی

حدیث وائل کے متعدد طرق نہیں۔ بس ایک طریق سے مروی ہے۔ بہر حال بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر شیخ رضاء اللہ کے نزدیک مومل ثقہ ہوتا، تو تعدد طرق کا سہارا نہ لیتے۔

مزید یہ کہ یہاں تعدد طرق کا سہارا لیا جارہا ہے، جب کہ غیر مقلدین پندرہ شعبان کی روایتوں کو تعدد طرق کے باوجود ضعیف کہہ کر کنارہ کش ہو جاتے ہیں جیسا کہ اوپر وکیل ولی کا اعتراف منقول ہے کہ یہ غیر مقلدین کا دوہرا پن ہے جس کی وجہ سے ان کے فرقہ کو خفت کا سامنا کرپڑرہا۔

اس جگہ شیخ کفایت اللہ سنابلی کی رائے بھی دیکھ لیں کہ وہ تعدد طرق کی بابت کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

"یاد رہے کہ متعدد ضعیف روایات کے اندر اگر ضعف ہلکا ہو تو اس بارے میں بھی کوئی قاعدہ کلیہ پیش کرنا درست نہیں ہے۔ یعنی نہ تو یہ کہنا درست ہے کہ اس طرح کی روایات ہر صورت میں رد کر دی جائیں گی، اور نہ یہ کہنا ہی درست ہے کہ اس طرح کی روایات ہر جگہ قابلِ قبول ہوں، بلکہ ایسی صورت میں قرائن کو دیکھ کر فیصلہ کرنا ہی محدثین کا منہج ہے۔ ذہبی عصر اور عظیم محدث علامہ عبد الرحمن بن یحی معلمی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔"

(انوار البدر صفحہ ۴۹)

## غیر مقلد مصنفین کا اعتراف کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے

غیر مقلدین نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو اگرچہ سب سے زیادہ صحیح کہا، لیکن اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اوپر کی بحث سے ہو گیا ہو گا۔ مزید عرض ہے کہ کئی غیر مقلدین نے اس روایت کو سنداً ضعیف تسلیم کیا ہے۔ ثبوت پیشِ خدمت ہیں۔

(۱)...... شیخ عبد الرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ سند ضعیف ہے کیوں کہ مؤمل بن اسماعیل سیء الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲/۲۹۰) میں کہا ہے۔ ابو زرعہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ میزان (۴/۲۲۸) بیہقی (۲/۳۰) بزار (۲۶۸) طبرانی (۲۲/۵۰) اور ابن عدی (۶/۲۱۶۶) میں اس کی وائل بن حجر سے ایک دوسری سند بھی ہے مگر یہ سند بھی ضعیف ہے۔ لیکن..."

(القول المقبول صفحہ ۳۴۰ طبع چہارم)

(۲)...... مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ابن خزیمہ والی یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔“

(مکالمات نور پوری صفحہ ۵۲۸)

(۳)...... شیخ عقیل احمد غیر مقلد نے ابن خزیمہ میں مذکور حدیث وائل کے متعلق لکھا:

”اس سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے جو سیء الحفظ ہے۔(التقریب (ص ۵۵۵) ابو زرعہ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں بہت غلطیاں ہیں، بخاری نے اسے منکر الحدیث اور یحی بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ میزان الاعتدال (۲۲۸/۴) یہ سند اگر چہ ضعیف ہے لیکن......۔“

(تخریج و تحقیق حدیثِ نماز شیخ عبد المتین میمن صفحہ ۱۱۶)

(۴)...... غیر مقلدین کے ہاں ”امام المحدثین“ کا لقب پانے والے ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کے متعلق لکھا:

”اسناده ضعيف لان مؤملا وهو ابن اسماعيل سئ الحفظ ،اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ مؤمل بن اسماعیل سئ الحفظ ہے۔“

(تعلیق ابن خزیمہ: ۲۴۳/۱ بحوالہ مکالمات نور پوری ۵۲۸)

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

”علامہ البانی رحمہ اللہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں مگر اس کے بارے میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث، جسے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذِکر کیا ہے، اسے ضعیف کہتے ہیں۔“

(مقالاتِ اثری: ۳۰۸/۷)

اثری صاحب نے یہاں حاشیہ میں حدیث وائل کی بابت شیخ البانی کے کلام کے لئے ”حاشیہ: صحیح ابن خزیمہ (۲۴۳/۱)“ کا حوالہ دیا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے پچھلے صفحات میں منقول حوالہ جات کو پڑھ کر جان لیا ہو گا کہ صحیح ابن خزیمہ میں

مذکورسینے پر ہاتھ باندھنے کی ”روایت وائل“غیر مقلدین کی تصریحات کے مطابق تین وجوہ:عاصم بن کلیب......و ...... مؤمل بن اسماعیل کے ضعف اور سفیان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔جب کہ غیر مقلدین کئی حدیثوں کو بزعمِ خود ایک وجہ ضعف کو بنیاد قرار دے کر رد کر چکے مگر یہ روایت چوں کہ اُن کی مرضی کے مطابق ہے،اس لئے تین وجوہ ضعف کے باوجود اسے قبول کر لیا اور ایک مصنف نے اسے اپنی کتاب ”انوار البدر“ میں شامل کرکے تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ روایت چودھویں کے چاند کی طرح نورانیت سے بھرپور ہے۔

حاصل یہ کہ ابن خزیمہ کی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث وائل غیر مقلدانہ اصولوں کے پیشِ نظر تین وجوہ سے ضعیف ہے۔اور اسی روایت کو اُن کے متعدد مصنفین نے سب سے زیادہ صحیح کہا ہے۔جب سب سے زیادہ صحیح روایت کا حال یہ ہے،تو باقیوں کا کیا حال ہو گا؟

**تنبیہ:**

غیر مقلدین کے فتاویٰ میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی بحث میں لکھا ہے:

”علمائے اہلِ حدیث......کے نزدیک صحیح مرفوع متصل غیر معلل اور غیر شاذ ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں بلفظ فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره مروی ہے ...... صحیح ابن خزیمہ کی یہ حدیث حسبِ ذیل سند سے مروی ہے:عن محمد بن يحى عن عفان عن همام عن محمد بن حجادة عن عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل ومولى لهم عن ابيه انتهى ۔اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے ثم وضع يده اليمنى على اليسرى جلد اول صفحہ ۱۷۳۔“

(فتاوی ثنائیہ:۱/۴۴۴)

فتاوی ثنائیہ کی یہی عبارت ”فتاوی علمائے حدیث:۱/۹۱“میں بھی منقول ہے۔

فتاوی ثنائیہ کی عبارت میں یہ تاثر دیا گیا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح مسلم کی سند سے مروی ہے۔ حالاں کہ ایسا ہر گز نہیں۔فتاوی ثنائیہ کی عبارت پر جس جس نے بھی اعتبار کیا ہو گا،اس نے یہی ذہن بنالیا گیا ہو گا کہ اس حدیث کی سند اسی طرح صحیح ہے،جیسے صحیح مسلم کی سند صحیح ہوتی ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ابن خزیمہ

کی روایت کی سند اور ہے جو خود غیر مقلدانہ اصولوں کے مطابق تین وجوہ سے ضعیف ہے۔

## ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر غیر مقلدین کی تائیدی عبارتیں

غیر مقلدین نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی جس روایت کو ''سب سے زیادہ'' صحیح کہا، آپ جان چکے کہ وہ غیر مقلد برادری کے اصولوں کے مطابق تین وجوہ سے ضعیف ہے۔ پھر مزید یہ کہ کئی غیر مقلدین نے قول یا عمل سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی تائید بھی کر دی۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

☆...... میر نور الحسن غیر مقلد نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی نہ صرف گنجائش بتائی، بلکہ یوں بھی کہا کہ یہ حدیثوں سے ثابت مسئلہ ہے۔ اور اس کا انکار کرنا قیامت کی نشانی ہے۔ چناچہ وہ لکھتے ہیں:

''دست راست بر دست چپ بر بند د خواہ بر سینہ نہد یا زیر ناف یا میان ہر دو، واحادیث وارد ہ دریں باب قریب بست حدیث ست واحدے اَز اہلِ علم دراں قدح نکردہ وانکارش شک نیست اَز علامت آخر زماں ودلائل حضور قیامت و قرب ساعت ست۔''

(عرف الجادی صفحہ ۲۵)

یعنی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھے، خواہ سینہ پر رکھے، خواہ زیر ناف۔ خواہ ان کے بیچ، اس بارے میں تقریباً بیس حدیثیں آئی ہیں، اور کسی صاحب علم نے ان حدیثوں پر رد و قدح نہیں کی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کا انکار قرب قیامت کی علامت ہے۔

☆...... علامہ وحید الزمان نے اپنے غیر مقلدین کو یوں نصیحت کی:

''لایجوز الانکار علی امور مختلفة فیها بین العلماء۔''

(ھدیة المهدی :۱۱۸/۱)

ترجمہ: جن امور میں علماء کا اختلاف ہے، اُن کا انکار کرنا جائز نہیں۔

وحید الزمان نے تسلیم کیا کہ صحابہ کرام ناف پر ہاتھ باندھتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''محبت اور اتفاق اور ہمدردی کے ساتھ جو اختلاف ہو وہ ضرر نہیں کرتا جیسے صحابہ اور تابعین کا طریق تھا کوئی رفع یدین کرتا، کوئی نہ کرتا۔ کوئی آمین پکار کر کہتا، کوئی آہستہ کہتا۔ کوئی سینہ پر ہاتھ باندھتا، کوئی ناف پر۔ کوئی آٹھ رکعت تراویح پڑھتا، کوئی بیس رکعت۔ کوئی

جوتے اُتار کر نماز پڑھتا، کوئی جوتے سمیت اور اس اختلاف کے ساتھ آپس میں وہ ہمدردی اور محبت تھی کہ ایک مسلمان دوسرے پر جان دیتا تھا اُس کو اپنا بھائی سمجھتا تھا۔"

(لغات الحدیث: ۱/ ۱۱۵، خل)

☆...... علی حسن خان غیر مقلد نے اپنے والد نواب صدیق حسن خان کے متعلق لکھا:

"والا جاہ مرحوم نماز پنجگانہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے البتہ ان کو فاتحہ خلف الامام اور اول وقت کا خاص اہتمام مد نظر رہتا تھا۔"

(مآثر صدیقی: ۴/ ۶۳)

علی حسن خان کی تصریح کے مطابق فاتحہ خلف الامام اور اول وقت نماز پڑھنے کے علاوہ نواب صاحب باقی نماز حنفی طریقہ کے مطابق پڑھتے تھے۔ جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے ہوں گے۔

مآثر صدیقی کے حوالہ کے بعد "نزھة الخواطر" کی عبارت بھی پڑھ لیں۔ اس میں نواب صاحب کے متعلق لکھا ہے:

"العجب انه كان يصلى على طريقة الاحناف فلايرفع الايدى فى المواضع غير تكبيرة التحريمة و لا يجهر بآمين بعد الفاتحة ولا يضع يده على صدره۔

(نزھة الخواطر: ۸/ ۱۹۱ بحوالہ نور الصباح: ۲/ ۲۲۰)

ترجمہ: تعجب کی بات ہے کہ وہ احناف کے طریقہ پر نماز پڑھا کرتے تھے اس لئے تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مقامات میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، نہ ہی فاتحہ کے بعد آمین اونچی کہتے اور نہ ہی ہاتھ سینے پر باندھتے۔

☆...... غیر مقلدین کے ہاں "امیر المجاہدین" کا لقب پانے والے شیخ فضل الٰہی وزیر آبادی نے یوں تاثر دیا کہ نہ صرف سینہ پر ہاتھ باندھنے کو چھوڑا جا سکتا ہے، بلکہ رفع یدین اور آمین بھی ترک کر سکتے ہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا جو غیر مقلدین کی رائے میں فرض ہے، اسے بھی چھوڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں :

”میں نے ریفرنڈم جیتنے اور شمالی سرحدی صوبہ کو پاکستان میں شامل کرنے کی غرض سے رفع العیدین، سینے پر ہاتھ باندھنے، آمین اونچی کہنا چھوڑ دیا۔ میرے متعلق کہا گیا کہ امام کی اقتداء میں فضلِ الٰہی کا اگر منہ ہلتا ہے تو یہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوگا اور یہ پکا وہابی ہے لہٰذا میں نے کچھ عرصہ کے لیے فاتحہ خلف الامام بھی چھوڑ دی۔“

(علمائے دیوبند اور انگریز صفحہ ۱۵۳ بحوالہ توضیح الکلام پر ایک نظر صفحہ ۱۴)

☆...... مولانا عبد القادر حصاری غیر مقلد نے مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد کا اقتباس ”اخبار محمدی ۱۵/ مئی ۱۹۳۵ء“ سے نقل کیا، جوناگڑھی صاحب اپنی جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آج خدا جانے اس جماعت کا وہ جوش دینی کہاں جاتا رہا۔ نہ جانے وہ حمیت مذہب کیا ہوئی؟ خدا معلوم وہ عشقِ رسول کی نورانیت کیوں ماند پڑ گئی۔ ان کے علماء کے فتوے اخباروں میں چھپنے لگے کہ اگر کوئی اہلِ حدیث حنفیوں کی کثرت کے خوف کی وجہ سے ان مسنون افعال کا کرنا بمقتضائے مصلحت چھوڑ بھی دے تو کوئی حرج نہیں، نیت اچھی رکھے۔“

(اصلی اہل سنت کی پہچان صفحہ ۱۰۷، ناشر: مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور، سن طباعت: فروری/ ۲۰۰۲ء)

جوناگڑھی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”اَب ہم جہاں تھے، وہیں رہ گئے۔ اَب ایک بالشت بھر بڑھ نہیں سکتے...... جہاں اِدھر اُدھر دیکھ لیا ہمارے ہاتھ لٹکے کے لٹکے رہ گئے۔ جہاں دو چار حنفی نظر آئے کہ ہم نے تالوں سے زبان لگالی۔ نہ سینے پر ہاتھ رکھے، نہ رفع یدین رہی، نہ فاتحہ خوانی، نہ اونچی آواز کی آمین۔ مالکیوں میں اگر یہ چلے گئے تو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے لگے، شیعوں میں گئے تو سجدوں میں رفع یدین کرنے لگے۔ غرض جیسا دیس ویسا بھیس۔ اگر یہی دین ہے تو خدا ہی جماعت کا حافظ و ناصر ہے۔“

(اصلی اہل سنت کی پہچان صفحہ ۱۰۷)

☆...... کسی منکر حدیث نے طعنہ دیا:

”پھر نماز کے اندر بار بار اختلاف کی بھرمار۔ کبھی نیت کبھی ہاتھ باندھنے کے متعلق علی

صدرہ اور کہیں تحت السرۃ، آمین بالجہر، رفع یدین، فاتحہ خلف الامام وغیرہ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچاسوں قسم کی نماز رنگ برنگ پڑھتے ہوں گے؟ ان ہی ملاؤں نے مذہب اسلام کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے اور اپنی الگ الگ ٹولی، ایک اینٹ کی الگ مسجد بناڈالی ہے۔"

اس منکر حدیث کو جواب دیتے ہوئے مولانا صفی الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"باقی رہا نماز کے بعض جزوی اور فروعی مسائل میں ہمارے درمیان بالکل معمولی اور ناقابل ذِکر قسم کا اختلاف تو ایسے اختلاف کا اچھالنا اور اسے پچاسوں قسم کی "رنگ برنگ" نماز سے تعبیر کرنا منکرین حدیث کی فطرت کی کجی کی علامت ہے۔ دنیا کا کوئی انسان جو سمجھ بوجھ اور فطرت کی سلامت روی سے محروم نہ ہو اس بات سے انکار کی جرآت نہیں کر سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے تئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں اگر گنجائش اور بیان جواز کے لیے نماز کے بعض عمل کی دو دو صورتیں اختیار کی ہوں تو یہ کوئی بعید بات نہیں بلکہ عین ممکن ہے۔ خود قرآن مجید میں قسم کے کفارے میں کی تین تین صورتیں رکھی گئی ہیں۔ کفارۂ ظہار کے لیے بھی تین صورتیں رکھی گئی ہیں۔ نماز تہجد کے لیے تین اختیاری اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ حاجی کے لیے یوم النحر (دس ذی الحجہ) کے بعد منیٰ میں دو دن ٹھہرنا بھی درست قرار دیا گیا ہے اور تین دن ٹھہرنا بھی۔ پس اگر ایک عمل کے لیے ایک سے زیادہ صورتوں کا جواز کوئی قابلِ اعتراض بات ہے تو قرآن کے بیان کئے ہوئے ان مسائل کی بابت کیا ارشاد ہے؟ اگر قابل اعتراض نہیں تو پھر ہماری [مسلمانوں کی (ناقل)] نماز کے ان معمولی اور ناقابلِ ذِکر اختلاف کو اُچھال کر اس پر جملہ بازی کرنا اگر فطرت کی کجی کی علامت نہیں تو پھر اسے علم و دیانت کے کس خانہ میں شمار کیا جاسکتا ہے؟۔"

(انکارِ حدیث حق یا باطل؟ صفحہ ۹۵، تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ راولپنڈی)

مبارک پوری صاحب نے صاف اعتراف کیا ہے کہ رفع یدین اور اس کا ترک وغیرہ کئی مسائل ہیں جن کے دونوں پہلو شریعت سے ثابت ہیں۔

مبارک صاحب کی اس عبارت کے پیشِ نظر ہم کہتے ہیں کہ جس طرح منکرین حدیث کا ان مسائل پر جملہ بازی کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے، اسی طرح غیر مقلدین کا ان میں سے ایک پہلو کو اختیار کر کے دوسرا پہلو کے عاملین کو مخالف حدیث کہنا اس سے بھی زیادہ علم و دیانت کی خلاف ورزی ہے۔ اور قسم اُٹھا کر دوسری قسم کی حدیثوں کی نفی کرنا قبیح ترین حرکت ہے۔

☆...... غیر مقلدین کی کتاب "درس بخاری" میں لکھا:

"یہاں یہ سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر تبدیلی ممکن نہیں تو پھر اختلاف کیسے ظہور پذیر ہوا۔ جو آج ہم دیکھتے ہیں۔ مسلمان مختلف مکاتیب فکر کے پیرو ہیں۔ اسی نماز ہی کو دیکھ لیں اس میں کوئی آمین بالجہر کا قائل ہے تو کوئی آہستہ آمین کہنے پر مصرُ ہے۔ کسی نے حالتِ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھ رکھے ہیں، کسی نے زیر ناف ہاتھ باندھنے ضروری قرار دے رکھا ہے اور کسی نے سرے سے باندھنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی۔ کچھ ایسے ہیں کہ رفع الیدین کرتے ہیں اور کچھ دوسرے نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سارے کام فعل ہیں اور سنت سے ثابت ہیں... اسی طرح اذان، اقامت کے مسائل ہیں۔ ان تمام مسائل میں اختلاف جواز کا نہیں بلکہ اختیار کا ہے اور دونوں طرح جائز ہے کوئی اِس طرح کرے اور کوئی اُس طرح کرے۔"

(درس بخاری صفحہ ۱۸۱، فادات مولانا محمد گوندلوی، مرتبہ منیر احمد السلفی، ناشر اسلامک پبلشنگ ہاؤس قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

☆...... گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس [نماز (ناقل)] کے محسوس حصہ میں کچھ اختلاف بھی ہے مثلاً ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے اور رفع یدین کرنے اور نہ کرنے، آمین بالجہر کہنے اور آہستہ کہنے اور ہاتھ زیر ناف باندھنے یا اوپر باندھنے، مگر یہ سب امور سب کے نزدیک سنت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح سے نماز پڑھی ہو۔ جس طرح کسی نے دیکھا اور آگے جا کر نماز پڑھی، پھر اس کو دیکھنے والوں سے اسی طرح طریقہ چلا آیا، یہاں تک یہ زمانہ آیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہو، مگر دیکھنے والوں میں

سے بعض نے سنت سمجھ کر غفلت کی بناء پر چھوڑ دیا ہو، پھر وہاں سے سلسلہ چل کر اس زمانہ میں پہنچ گیا ہو۔ یہی حال دوسرے امور اختلافیہ کا ہے۔"

(دوام حدیث: ۲/ ۲۸۰)

گوندلوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح سے نماز پڑھی رفع یدین کے ساتھ اور ترک رفع یدین کے ساتھ بھی۔

☆...... شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"صرف نماز کا اختلاف ہی دیکھ لیجئے۔ ہاتھ باندھنے کی صورت میں: سینے پہ باندھے جائیں یا ناف کے نیچے یا چھوڑ کر نماز پڑھی جائے؟ رفع الیدین کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ اعتدال ارکان ضروری ہے یا نہیں کسی کے نزدیک ضروری ہے، کسی کے نزدیک نہیں۔ خلف الامام سورۃ فاتحہ پڑھنی ہے یا نہیں؟ ایک کے نزدیک فرض ہے، جب کہ دوسروں کے نزدیک غیر ضروری۔ اسی طرح مرد اور عورت کی نماز کا مسئلہ ہے ایک فریق ان کے طریقہ نماز میں فرق کا قائل ہے جب کہ دوسرا فریق سوائے دو تین باتوں کے ارکان نماز ادا کرنے میں کسی فرق کا قائل نہیں... اگر نماز کا اثبات صرف عملی تواتر سے ہوتا تو طریقہ نماز میں یہ اختلاف قطعاً نہیں ہوتا۔ فریقین دلائل کا انبار اور کتابوں کا ڈھیر جمع نہ کرتے۔ پھر تو ان کی صرف ایک ہی دلیل ہوتی کہ نماز کا فلاں عمل یا فلاں طریقہ نسل در نسل، جیلا بعد جیل، اسی تواتر سے نقل ہوتا آرہا۔"

(فتنہ غامدیت، ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۶۷)

اس عبارت میں "فریقین دلائل کا انبار" پہ نگاہ رہے۔ اس میں اعتراف ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والوں کے پاس دلائل کا انبار ہے۔

**تنبیہ:** غیر مقلدین کی مذکورہ بالا عبارات کے نقل کرنے سے ہمارا مقصود یہ بتلانا ہے کہ انہوں نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کسی نہ کسی درجہ میں قولاً یا عملاً تائید کی۔ ان کی عبارات میں مذکور ہر بات سے ہمارا اتفاق نہیں۔

## شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کا تعارف

قارئین کرام! ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی تائید میں غیر مقلد برادری کے مذکورہ بالا حوالہ جات مستحضر رکھیں۔ اس کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ جب صورت حال یوں ہو گئی کہ:

(۱)...... سینے پر ہاتھ باندھنے والی جس روایت پر سب سے زیادہ ناز تھا، جسے سب سے زیادہ صحیح باور کرایا گیا، وہ غیر مقلدانہ اصولوں کے مطابق تین وجوہ سے ضعیف ثابت ہو گئی اور اس کی سند کو کئی غیر مقلد علماء نے ضعیف مان بھی لیا۔

(۲) ...... علامہ وحید الزمان نے نصیحت کر دی کہ جن مسائل میں علماء کا اختلاف ہو، اس کا انکار جائز نہیں۔ اور یہ اعتراف بھی کیا کہ صحابہ کرام ناف پر ہاتھ باندھتے تھے۔

(۳)...... میر نور الحسن غیر مقلد نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی گنجائش تحریر کی، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے عمل کو حدیثوں کا مسئلہ تسلیم کیا اور اس کے انکار کو قیامت کی نشانی قرار دیا۔

(۴)...... شیخ فضل الٰہی وزیر آباد غیر مقلد نے تاثر دے دیا کہ کسی وجہ سے رفع یدین، آمین بالجہر اور سینہ پر ہاتھ باندھنا بلکہ سورہ فاتحہ کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

(۵)...... مولانا محمد جونا گڑھی نے غیر مقلد نے انکشاف کر دیا:

> ”جہاں دو چار حنفی نظر آئے کہ ہم نے تالوں سے زبان لگالی۔ نہ سینے پر ہاتھ رکھے، نہ رفع یدین رہی، نہ فاتحہ خوانی، نہ اونچی آواز کی آمین۔“

(۶)...... نواب صدیق حسن خان کا سینے پر ہاتھ نہ باندھنا بھی صاحب مطالعہ لوگوں کو معلوم ہو گیا۔

(۷)...... منکرین حدیث نے اعتراض کیا کہ حدیث میں رنگ برنگی نماز کا تذکرہ ہے: سینہ پر ہاتھ باندھنے کا، اور ناف کے نیچے باندھنے کا بھی۔ تو مولانا صفی الرحمن مبارک کا جواب نشر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرح نماز پڑھی، تو رنگ برنگی نماز کا اعتراض غلط ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۸)...... غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا محمد گوندلوی کا اعتراف بھی طلبہ حدیث اور دیگر لوگوں تک پہنچ چکا تھا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

(۹) ......اور آخر میں شیخ صلاح الدین یوسف نے لکھ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والے فریق نے دلائل کے انبار جمع کر دیئے ہیں...... تو غیر مقلدین کے حلقہ میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے حوالہ سے افسردگی اور مایوسی کا چھاجانا ایک فطرتی بات تھی۔ جس کے ازالہ کے لئے شیخ کفایت اللہ سنابلی (ہندی) میدان میں اُترے اور غیر مقلدیت کو دلاسہ دینے کے لئے "انوار البدر" کے نام سے کتاب لکھ دی۔

اَب رہی یہ بات کہ سنابلی مذکور کون ہیں؟ اور ان کا تعارف کیا ہے؟ تو آیئے! ہم اپنے قارئین کے سامنے اُن کا کچھ تعارف پیش کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہل کرتے ہیں اُن کے ہم مسلک شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے حوالوں سے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سنابلی صاحب ایسے منہج پر گامزن ہیں، جس سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے۔"

(علمی مقالات:۶/ ۳۹۲، ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ، اشاعت اول:۲۰۱۳ء)

علی زئی نے مزید لکھا:

"سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ تمنا عمادی اور بشیر احمد میرٹھی وغیرہما کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر محدثین کرام کی جرنیلی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں اور منکرینِ حدیث کے لئے چور دروازے نہ کھولیں۔"

(علمی مقالات:۶/ ۳۹۳)

علی زئی نے سنابلی کو مخاطب کر کے لکھا:

"جو شخص یزید بن معاویہ والی حدیث کو معلول کہنے پر بضد ہے، اسے چاہیے کہ وہ صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث کو بھی ضعیف قرار دے، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون صحیحین کا دفاع کرتا ہے اور کون صحیحین پر "ہاتھ صاف" کرتا ہے۔"

(علمی مقالات:۶/ ۳۹۸)

سنابلی صاحب نے علی زئی کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ کی

تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے کہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے، تو اسے جواب دیا جائے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے۔ پھر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ آپ صحیحین کی ان احادیث کو بھی ضعیف قرار دیں، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ کون صحیحین کا دفاع کرتا ہے اور کون صحیحین پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔!"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۴۰، دار السنة للتحقيق والطباعت والنشر)

اس جواب سے علی زئی برادری کی تسلی ہو یا نہ ہو، اتنا ضرور ہے کہ سنابلی صاحب نے اعتراف کر لیا کہ ان کے غیر مقلد بزرگ شیخ البانی نے بخاری و مسلم کی حدیثوں پر ضعف کی چھاپ لگائی ہے۔ بخاری و مسلم کی کتنی حدیثوں کو البانی نے ضعیف کہا؟ سنابلی صاحب یہ واضح کر دیتے تو اچھا ہوتا۔ انوار البدر کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری کے بقول البانی نے بخاری کی دس حدیثوں کو ضعیف کہہ چھوڑا ہے۔ چنانچہ وہ البانی کے متعلق لکھتے ہیں:

"انہوں نے اپنی دانست میں "اصول الروایۃ" کے تحت صحیح مسلم کی ہی نہیں، صحیح بخاری کی بعض روایات کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ ہمارے علم و تتبع کی حد تک صحیح بخاری کی وہ روایات جنہیں انہوں نے ضعیف کہا ہے، دس مسند احادیث اور ایک معلق روایت ہے۔"

(مقالات اثری: ۱۴۸/۷)

اور شیخ زبیر علی زئی کی تصریح کے مطابق مسلم کی تیس سے زائد حدیثوں کو البانی نے ضعیف کہا ہے۔ اُن کا ایک ویڈیو بیان وائرل ہے جس میں شیخ البانی کی بابت کسی نے چند سوالات کئے اور انہوں نے ان کا جواب دیا۔ ذیل میں سائل کا سوال اور علی زئی کا جواب ملاحظہ ہو:

آدمی: "البانی صاحب کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کی بارہ روایتوں کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔"

علی زئی: "تیس سے اوپر ضعیف قرار دیا ہے انہوں نے۔" (زبیر علی زئی کا ویڈیو کلپ)

بخاری و مسلم کی حدیثوں کو ضعیف قرار دے کر جھٹک دینے والے البانی کو سنابلی نے کس مقام کا حامل باور کرایا۔ وہ بھی پڑھئے!

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”عصر حاضر کے معروف ومشہور اور پوری دنیا میں مقبول عظیم محدث علامہ البانی رحمہ اللہ۔“

(ندیم ظہیر کے اعتراضات کا جواب پہلی قسط صفحہ ۶)

علی زئی کی زبانی سنابلی صاحب کا ہم تعارف کرا رہے تھے، اسی عنوان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ چند مزید حوالے ملاحظہ ہوں۔

علی زئی لکھتے ہیں:

”سنابلی صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے باطل اصول کی لاج رکھتے ہوئے صحیح بخاری اور سنن ترمذی والی حدیث کو بھی موضوع اور من گھڑت قرار دیں تاکہ سبیل المجرمین واضح ہو جائے۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ کبار محدثین، نیز کبار وصغار علماء پر نمبرز قائم کر کے جھوٹ بول رہے ہیں۔“

(علمی مقالات:۶/۴۰۳)

علی زئی رقم طراز ہیں:

”اس حدیث کو سنابلی اینڈ پارٹی کا موضوع، من گھڑت اور مردود کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔“

(علمی مقالات:۶/۴۰۴)

علی زئی نے یوں بھی لکھا:

”واللہ! یہ سب حوالے بادلِ ناخواستہ لکھے ہیں تاکہ منکرینِ حدیث کے نقوشِ قدم پر چلنے والے سنابلی صاحب کو آئینہ دکھایا جائے۔“

(علمی مقالات:۶/۴۰۹)

یہاں ایک حوالہ شیخ ندیم ظہیر غیر مقلد بھی پڑھ لیں، وہ لکھتے ہیں:

”سنابلی صاحب ایک محل نظر زیادت ”ایام ذبح“ کی تائید میں سوید مذکور کی روایت پیش کرتے ہیں چنانچہ منقول ہے: ”اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض طرق میں پوری صراحت کے ساتھ ملتا ہے کہ ابن جریج کے استاذ سلیمان بن موسی نے اس حدیث کو نافع بن جبیر سے موصولاً روایت کیا ہے۔“ (چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۱۷)...... اسے سادگی

کہیں یا ہاتھ کی صفائی پہلے ابن جریج کی روایت میں محل نظر زیادت [ایام ذبح (ناقل)] کی تائید میں سوید (متروک) کی روایت پیش کی، بعد از اں جب سوید پر اعتراض ہوا تو سوید کی تائید (متابعت) ابن جریج سے کرادی!! یہ محض غرض وغایت نہیں تو اور کیا ہے؟

ے جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔"

(ماہ نامہ الحدیث حضرو ضلع اٹک پاکستان، شمارہ: ۱۴۰ صفحہ ۱۴)

چلیں ایک گواہی غیر مقلدین کے مناظر وخطیب حافظ عمر صدیق غیر مقلد کی بھی پڑھتے چلیں۔ انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا:

"ہم ثابت کریں گے کہ کفایت اللہ سنابلی کی کتاب دجل و فریب، دھوکوں پہ، جھوٹ پہ، خیانت پہ مبنی ہے۔"

علی زئی صاحب نے سنابلی صاحب کا تعارف کرادیا ہے، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حدیث کے رد وقبول میں اُن کا کیا معیار ہے۔ ابھی سنابلی صاحب کی ایک کتاب "احکام طلاق" شائع ہوئی ہے، اس میں بھی اُن کی کئی جسارتیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ مثلاً پاک وہند کے اکثر غیر مقلدین کی تحقیق ہے کہ ازروئے احادیث حائضہ عورت کو دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بندہ نے ان کے حوالے اپنی کتاب "مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث" باب :۱۶ کے تحت نقل کر دیئے ہیں۔ یہاں صرف اُن دو مصنفین کے حوالے نقل کرتا ہوں، جو سنابلی کی کتاب "انوار البدر" کے تقریظ نگار ہیں۔

انوار البدر کے تقریظ نگار شیخ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے ہم بستری کئے بغیر طلاق دو، حالت طہر اس کی عدت کا آغاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی حالت یا طہر میں ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دینا غلط طریقہ ہے اس کو فقہاء طلاق بدعی سے اور پہلے (صحیح) طریقے کو طلاق سنت سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور انہیں اس سے رجوع کرنے کے ساتھ حکم دیا کہ حالت طہر میں طلاق دینا

اور اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت سے استدلال فرمایا۔( صحیح بخاری، کتاب الطلاق) تاہم حیض میں دی گئی طلاق بھی باوجود بدعی ہونے کے واقع ہو جائے گی۔ محدثین اور جمہور علماء اسی بات کے قائل ہیں۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۱۵۹۰)

انوار البدر کے تقریظ نگار مولانا مبشر احمد ربانی لکھتے ہیں:

"(٦)سعید بن جبیرؒ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: "**حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيْقَةٍ**" مجھ پر وہ طلاق شمار کی گئی۔(صحیح البخاری(۵۲۵۳)،تغلیق التغلیق ۴/ ۴۳۴، المسند المستخرج لابی نعیم ۹/ ۱۳۵۲، ارواء الغلیل للشیخ الالبانی ؒ ۷/ ۱۲۸)"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/ ۳۷۰)

مزید یہ کہ ربانی صاحب نے حالتِ حیض میں طلاق کے عدم وقوع کی رائے کو نص کے مقابلہ میں فاسد قیاس کا نتیجہ قرار دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے یہاں قیاس سے کام لیا ہے جیسا کہ ابن قیم وغیرہ ہیں لیکن نص کے مقابلے میں قیاس فاسد الاعتبار ہے ملاحظہ ہو۔(فتح الباری ۹/ ۳۵۵)"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/ ۳۷۵)

مولانا مبشر ربانی کی اس عبارت کے پیشِ نظر سنابلی صاحب کی درج ذیل عبارت پڑھیں:

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ایک عام فہم مثال یہ ہے کہ آپ تنہاء کسی ہوٹل میں چائے پینے کے لئے جائیں اور ویٹر سے ایک بار کہیں کہ چاہے لاؤ، اگر پانچ منٹ میں آپ کی چائے نہیں آئی اور آپ نے دوبارہ کہا چائے لاؤ، کچھ دیر گزر گئی اب بھی چائے نہیں آئی اور آپ نے تیسری بار کہا کہ چائے لاؤ۔ اَب بتائیے کہ اس کے بعد وہ ویٹر اگر چائے لائے گا تو کتنی لائے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ ایک ہی چائے گا، اگرچہ آپ نے تین بار چائے مانگی ہے، کیوں کہ یہ وقت آپ کے صرف ایک چائے پینے کا تھا۔"

(احکامِ طلاق صفحہ، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، اشاعت: ۲۰۲۴ء)

ربانی صاحب کی مذکورہ عبارت کو سامنے رکھ کر سنابلی صاحب کے اس قیاس کی حیثیت معلوم کر سکتے ہیں۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اکثر غیر مقلدین کے ہاں حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے ،اس وقوع پر وہ جو دلائل دیا کرتے ہیں، اُن میں صحیح بخاری کی حدیث بھی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”حسبت علی بتطلیقة۔“(صحیح بخاری:۲/ ۷۹۰، رقم:۵۲۵۳)

اس میں بیان ہے کہ انہوں نے جو طلاق حالتِ حیض میں دی تھی، اسے شمار کیا گیا۔

جب کہ سنابلی کی رائے میں حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور بخاری کی یہ حدیث ان کی رائے کے خلاف تھی، تو اسے ضعیف قرار دے دیا۔(احکامِ طلاق صفحہ ۱۳۲)

سنابلی صاحب کی ایک اور جسارت ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

”بوقتِ نکاح ایک مسلمان کی نیت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فرمانبرداری کی ہونی چاہیے۔ اگر اسی جذبے اور خیال سے ایک مسلمان شادی کرے تو اس کا یہ عمل دینی و اسلامی ہو گا اور آخرت میں اس پر اسے ثواب ملے گا، ورنہ اگر یہ عمل تو کر لیا لیکن اس کے پیچھے نیت کتاب و سنت کی اتباع کے بجائے سماج کی تقلید ہوئی تو یہ نکاح اسلامی نکاح ہو گا ہی نہیں، کیوں کہ اسلام میں صحیح نیت کے بغیر کسی عمل کا اعتبار ہی نہیں۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۹)

سنابلی صاحب کی رائے ہے کہ صحیح نیت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ثلاث جدهن جد وهزلهن جد : النکاح والطلاق والرجعة، تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ حقیقت میں بھی حقیقت ہیں اور مذاق میں بھی حقیقت ہیں: نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔(الحدیث)

اس حدیث کی صحت پہ بندہ نے غیر مقلدین کے حوالے اپنی کتاب ”مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل

بحث" میں نقل کر دیئے ہیں۔ مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مذاق میں کیا جانے والا نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ مگر سنابلی صاحب کب مانتے ہیں!؟

سنابلی صاحب کی کتاب "انوار البدر" کے تقریظ نگار بزرگ شیخ صلاح الدین یوسف نے بھی اس حدیث کا تذکرہ کیا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مذاق سے بھی اگر کوئی مذکورہ کام کرے گا، تو وہ حقیقت ہی سمجھا جائے گا اور مذاق کی طلاق، یا نکاح یا آزادی نافذ ہو جائے گی۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۹۶)

## سنابلی صاحب کے اُصولوں پہ ایک نظر

سنابلی صاحب کا کچھ تعارف اوپر آچکا، یہاں بھی چند حوالہ جات نقل کر دیتے ہیں جس سے اُن کی مزید شناخت ہو سکے گی، ان شاء اللہ۔

احباب کرام! غیر مقلدین کی کتب میں متضاد باتیں بہت وافر مقدار میں ملتی ہیں۔ تضاد بیانوں کا ارتکاب کرنے والے غیر مقلدین میں ایک نام شیخ کفایت اللہ سنابلی کا بھی ہے۔ بطور نمونہ اُن کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

## صحیح مسلم کی حدیثیں شذوذ و علت سے محفوظ ہیں یا نہیں؟

### پہلی رائے:

سنابلی صاحب کا دعوی ہے کہ صحیح مسلم کی حدیثیں شذوذ وعلت سے محفوظ "صحیح" ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"امام مسلم رحمہ اللہ کا اس حدیث کو صحیح مسلم میں اصولی طور پر درج کرنا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ حدیث شذوذ سے پاک ہے، کیوں کہ امام مسلم کی یہ شرط ہے کہ وہ اپنی کتاب میں اصولی طور پر انہی احادیث کو درج کریں گے جو صحیح ہوں اور ان میں شذوذ اور علت نہ ہو۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۸۴)

سنابلی نے یہ بھی لکھا کہ مسلم شریف کی حدیثوں کے صحیح ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔ حوالہ آگے آرہا ہے، ان شاء اللہ۔

**دوسری رائے:**

اس کے برعکس صحیح مسلم: ۱/ ۱۷۴ کی حدیث ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ کو ضعیف کہہ دیا۔ چنانچہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اس حدیث کو ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ کے الفاظ کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۹، دار السنۃ للتحقیق والطباعت والنشر)

شیخ زبیر علی زئی نے بھی اس کا اظہار کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"سنابلی صاحب نے یہاں صحیح مسلم کی صحیح و منسوخ حدیث ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ پر بھی حملہ کیا ہے اور امام دارقطنی و امام نسائی سے اس پر جرح نقل کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں اماموں سے اس حدیث کو ضعیف و مردود قرار دینا ثابت نہیں، لہذا سنابلی صاحب کے دونوں حوالے مردود ہیں۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۰۶)

**تنبیہ:** علی زئی صاحب کا مذکورہ حدیث کو منسوخ کہنا خلافِ حقیقت ہے۔ اُن کے قلم سے "محدث العصر اور امام المحدثین" کا لقب پانے والے شیخ البانی غیر مقلد (حاشیہ عبادات میں بدعات صفحہ ۱۲۹) نے لکھا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءۃ کرنا منسوخ ہے۔ پھر اس کے منسوخ ہونے پر جو ناسخ حدیثیں پیش کی ہیں، اُن میں ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ حدیث بھی شامل ہے۔ (صفۃ صلوٰۃ النبی صفحہ ۸۰)

مگر علی زئی صاحب کی گنگا اُلٹی ہے کہ وہ ناسخ حدیث کو منسوخ کہہ رہے ہیں۔ خود سنابلی صاحب نے علی زئی کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے اُن کے اس دعویٰ کو "لطیفہ" قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"منسوخ والی بات تو اسی طرح لطیفہ ہے، جس کے چند نمونے گذشتہ سطور میں پیش کئے جا چکے ہیں۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۸)

جب علی زئی نے سنابلی کے متعلق لکھ دیا کہ انہوں نے صحیح مسلم کی حدیث پر حملہ کیا تو سنابلی نے اپنے سے اس الزام

کو دُور کرنے کے لئے لکھا:

"امام مسلم رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ اس حدیث کو اپنی کتاب صحیح مسلم کا حصہ بنایا ہی نہیں۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۸)

سنابلی صاحب کی عبارت کا حاصل یہ ہے حدیث:﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ مسلم کی نہیں۔ مگر سنابلی صاحب کی یہ بات یقیناً غلط ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

"وهو حديث صحيح اخرجه مسلم من حديث ابى موسى الاشعرى رضى الله تعالىٰ عنه ۔"

(فتح الباری:۲/ ۱۹۲، نیل الاوطار:۲/۱۰۷)

ترجمہ: ابو موسی اشعری کی یہ صحیح حدیث ہے، جسے مسلم نے تخریج کیا۔

غیر مقلدین کے حلقہ میں شوکانی کو"اہلِ حدیث کے مسلم پیشوا" کہا گیا ہے۔ مثلا دیکھئے مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۱۳۷۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شافعی المسلک ہیں، مگر شیخ زبیر علی زئی کا دعویٰ ہے:

"حافظ ابن حجر اہلِ حدیث تھے۔"

(ماہنامہ الحدیث حضرو ضلع اٹک شمارہ ۸۹، صفحہ ۲۹......ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ ، اکتوبر/ ۲۰۱۱ء)

علامہ عبد الرشید عراقی نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے مقالہ "صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت" کے تعارف میں لکھا:

"حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ کتاب کے صفحہ ۲۲۹ تا ۲۶۵ تک محیط ہے۔ اس مقالہ میں جیسا کہ مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ حدیث کے راوی سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا﴿واذا قرأ فانصتوا﴾"جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"( صحیح

مسلم: ۴۰۴، ترقیم دار السلام: ۹۰۵) یہ حدیث مسند احمد (۴؍۱۵ح ۱۹۷۲۳) میں بھی ہے۔ امام ابو عوانہ (۲؍۱۳۳) نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ امام مسلم کا اِس حدیث پر جرح نہ کرنا ان کے نزدیک حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرتا ہے۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

جس طرح سنابلی نے انکار کیا کہ یہ حدیث صحیح مسلم میں نہیں، اسی طرح کی بات کسی دَور میں مولانا ثناء اللہ امر تسری نے بھی کہی تھی۔ انہوں نے یہ بحث اخبار اہلِ حدیث امر تسر میں لکھی اور جواب میں مولانا عبد العزیز صاحب نے "العدل اخبار "میں دعوی کیا کہ یہ حدیث "صحیح مسلم" کی ہے۔ تب فریقین نے حضرت مولانا محمد سلیمان ندوی رحمہ اللہ کو منصف تسلیم کیا تھا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ یہ "حدیث" صحیح مسلم کی ہے۔ بعد میں دونوں فریق کی ابحاث اور منصف کا فیصلہ کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اس پر مختصراً یوں تبصرہ کیا:

"یہی وہ عبارت ہے جس سے مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امر تسری کو غلط فہمی ہوئی۔ اور علی رؤس الاشھاد ان کو شکست فاش ہوئی تھی۔"

(احسن الکلام صفحہ ۲۶۳، ۲۶۲)

مناسب ہو گا کہ ہم یہاں فریق ثانی کے لکھاری کا تبصرہ بھی نقل کر دیں۔ جب مولانا ثناء اللہ امر تسری نے حدیث ﴿واذا قرأ فانصتوا﴾ کی بابت دعوی کیا کہ یہ مسلم کی حدیث نہیں، تب شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد نے انہیں خط لکھا اور پھر خود ہی اس کا انکشاف کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اخبار اہل حدیث امر تسر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء میں ایک دیوبندی خیال کے مولوی [عبد العزیز (ناقل)] صاحب کے بالمقابل حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں واذاقرأ فانصتو اکا مولانا [ثناء اللہ امر تسری (ناقل)] موصوف نے صاف طور پر انکار کر دیا کہ "صحیح مسلم میں درج نہیں" حالاں کہ صحیح مسلم میں صاف موجود ہے اور جس حدیث میں واذاقرأ فانصتوا کو امام مسلم نے صحیح قرار دے کر بھی درج نہیں فرمایا، وہ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی

حدیث ہے۔میں نے اس پر بھی موصوف[مولانا ثناء اللہ امرتسری (ناقل)] کو ایک نہایت مفصل عریضہ کے ذریعہ اسی وقت توجہ دلائی جس کا جواب بھی موصوف کی طرف بصورت شکریہ موصول ہوا مگر چوں کہ تیر نکل چکا تھا، اس لئے وہی ہوا جس کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا ۔[یعنی دیوبندیوں کی جیت اور غیر مقلدین کے سردار کی ہار کا اعلان ہو گیا۔(ناقل)] محترم مولانا صاحب چوں کہ اخباری مشاغل اور مناظرانہ استحضار کی وجہ سے تدریس حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، اس لئے مخارج حدیث میں موصوف کی نظر وسیع نہیں ہو سکی۔"

(البیان المستطاب صفحہ ۳۸ مشمولہ مجموعہ رسائل اثری ۱/ ۲۸۴)

بات چلی آ رہی تھی سنابلی صاحب کے اصولوں کی۔اسی بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔

## امام ابو حاتم کا قول "لیس بقوی" وجہ ضعف ہے، یا نہیں؟

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب نے سنن ابی داود کی مسئلہ تین طلاق کے نفاذ والی حدیث "فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم" کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سند کے راوی عیاض بن عبد اللہ الفہری کی بابت دعوی کیا کہ وہ ضعیف ہے۔پھر اس کے ضعف پر جرح نقل کرتے ہوئے لکھا:

"امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ) نے کہا: ليس بقوى ، یہ قوی نہیں۔"

(احکام طلاق صفحہ ۴۷۹)

**دوسری رائے:**

لیکن جب امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے سنابلی صاحب کے پسندیدہ راوی کے متعلق "ليس بقوى" کہا، تب سنابلی نے اس کا یوں جواب دیا:

"ابو حاتم کا یہ جملہ غیر مسموع ہے، کیوں کہ وہ متشدد ہیں اور ثقات کے بارے میں بھی یہ جملہ عام طور پر بول دیتے ہیں۔امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:......جب امام ابو حاتم کسی راوی کو ثقہ کہہ دیں تو اسے لازم پکڑ لو، کیوں کہ وہ صرف صحیح الحدیث شخص ہی کی توثیق کرتے ہیں اور جب وہ کسی شخص کو لین قرار دیں یا اس کے بارے میں یہ کہیں کہ اس سے حجت

نہیں پکڑی جائے گی تو اس جرح میں توقف اختیار کرو، یہاں تک کہ دیکھ لو کہ دوسرے ائمہ نے اس کے بارے میں کیا کہا ہے ؟ پھر اگر کسی نے اس راوی کی توثیق کی ہے تو ابو حاتم کی جرح کا اعتبار مت کرو، کیوں کہ وہ رواۃ پر جرح کرنے میں متشدد ہیں، انہوں نے صحیحین کے کئی راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ یہ حجت نہیں ہیں، یہ قوی نہیں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔[سیر اعلام النبلاء للذھبی (۱۳/ ۲۶۰)امام زیلعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۲ھ) نے کہا:......امام ابو حاتم کا یہ فرمانا: ’’اس سے حجت نہیں لی جائے گی‘‘ غیر قادح ہے، کیوں کہ انہوں نے سبب ذِکر نہیں کیا اور اس طرح کی جرح اُن سے بغیر کسی تفسیر بڑے بڑے ثقات کے بارے میں صادر ہوئی ہے، جیسے خالد الحذاء وغیرہ واللہ اعلم۔‘‘[نصب الرایۃ للزیلعی (۲/ ۴۳۹)]......

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۶۵)

## ’’فیہ لین ‘‘قادح جرح ہے یا نہیں؟

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب نے عیاض بن عبد اللہ الفہری کو ضعیف باور کراتے ہوئے کہا:

’’حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا: فیہ لین، اس میں کمزوری ہے۔‘‘

(احکام طلاق صفحہ ۴۷۹)

**دوسری رائے:**

لیکن جب سنابلی کی پسند کے خلاف ’’فیہ لین‘‘ کی جرح آئی تو اس کا یوں جواب دیا:

’’یہ بہت ہلکی جرح ہے جس سے تضعیف لازم نہیں آتی۔‘‘

(مسنون رکعت تراویح دلائل کی روشنی میں صفحہ ۲۴)

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

’’حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: فیہ لین ، ان میں کمزوری ہے ۔[تقریب التھذیب لابن حجر (۵۲۸۸)] یہ بہت ہلکی جرح ہے جس سے مطلق تضعیف لازم نہیں آتی۔‘‘

(مسنون رکعات تراویح اور شبہات کا ازالہ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۳......مکتبة الفهيم مؤناتھ بھنجن یوپی، سن اشاعت: جنوری ۲۰۱۹ء)

**کسی محدث کا راوی کو "ضعیف" کہنا قابلِ قبول اور مفسر جرح ہے، یا نہیں؟**

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب نے محمد بن راشد پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

"امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) نے کہا... محمد بن راشد محدثین کی نظر میں ضعیف ہے... امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے کہا: محمد بن راشد ضعیف ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۹۷)

سنابلی صاحب دوسری جگہ ایک راوی کو ضعیف بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۶ھ) نے کہا: صفوان ضعیف ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۲۲)

**دوسری رائے:**

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"رہی یہ بات ابن عیینہ نے کہا: "كنا نتقي حديث داود بن حصين" ہم ان کی حدیث سے بچتے تھے اور عبد الرحمن بن الحکم نے کہا: كانوا يضعفونه ،لوگ ان کی تضعیف کرتے تھے۔" تو یہ مفسر کلام نہیں ہے اور اس سے مراد مذکورہ دونوں قسم میں سے کسی قسم والی جرح ہے جس کا جواب دیا چکا ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۹۸)

**دو ضعیف سندیں مل کر حسن لغیرہ کے درجہ میں ہو جاتی ہیں، یا نہیں؟**

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”ابن اسحاق نے عن سے روایت کیا ہے۔ لیکن امام مالک نے ان کی متابعت کر دی ہے، اس کی سند ضعیف ہے، مگر دونوں سندیں مل کر روایت حسن لغیرہ ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۷۰)

**دوسری رائے:**

لیکن اس کے برعکس دوسرے مقام پر سنابلی صاحب ایک اثر کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دکتور مسفر الدمینی نے بھی یہی تحقیق پیش کی ہے کہ یہ بکثرت تدلیس کرنے والے ہیں، اس لئے ان کا شمار تیسرے طبقے میں ہی ہوگا۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسی طریق کی ایک دوسری سند پیش کی ہے جس میں قتادہ کے بعد خلاص نامی راوی کا واسطہ ہے ... عرض ہے کہ اس میں بھی سعید بن ابی عروبہ کا عنعنہ موجود ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۸۰)

یہاں دو سندوں کو حسن لغیرہ کا درجہ نہیں دیا۔ بلکہ اپنی دوسری کتاب میں پچیس سندوں سے مروی حدیثوں کو بھی قابلِ قبول نہیں سمجھا۔ (قرآنی آیات کا جواب نماز اور غیر نماز میں صفحہ ۱۳۴)

سنابلی صاحب کی مذکورہ کتاب کی عبارت ہم آئندہ ”عرضِ مؤلف پر ایک نظر“ کے تحت نقل کریں گے، ان شاء اللہ۔

## اعمش کی تدلیس وجہ ضعف ہے، یا نہیں؟

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ روایت ضعیف ہے، اس میں تین علتیں ہیں: اول: اعمش عن سے روایت کر رہے ہیں اور یہ تیسرے طبقے کے مدلس ہیں۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۶۸)

**دوسری رائے:**

اس کے برعکس دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور کئی محققین کی نظر میں یہ روایت صحیح ہے مگر اس کی سند میں اعمش کا عنعنہ ہے، لیکن اعمش نے یہاں ”عن المسیب بن رافع ، عن زید بن وھب “ کے طریق سے روایت کیا ہے اور زید بن وہب امام اعمش کے استاذ ہے، اس لئے امام اعمش کو تدلیس کرنی ہوتی تو المسیب بن رافع کو ساقط کر کر کے روایت کرتے جیسا کہ عبد الرزاق کی سند میں انہوں نے المسیب بن رافع کو ساقط کر کے زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔ لیکن یہاں وہ المسیب بن رافع کے واسطے سے زید بن وہب سے روایت کر رہے ہیں جس سے اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے اس سند میں تدلیس نہیں کی ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۰۸)

## حافظہ پر جرح ”جرح مفسر“ ہے، یا نہیں؟

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب نے عطاء الخراسانی کے متعلق لکھا:

”ان کے حافظے پر مفسر جرح موجود ہے، لہذا یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۹۲)

سنابلی صاحب نے عطاء الخراسانی کے متعلق مزید لکھا:

”کئی محدثین نے ان کے حافظے پر جرح کی ہے اور یہ سب جرح مفسر ہے۔ اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے کہ ان کا حافظہ کمزور تھا، اور ایسا راوی اگر معروف و مشہور روایت کو تنہا ہی الگ انداز سے بیان کرے تو اس کا منفرد بیان قطعاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اس روایت کو محدثین نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۸۸)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”سند میں موجود ”محمد بن راشد“ اگرچہ سچے ہیں، مگر ان کے حافظے پر جرح ہوئی، چنانچہ.....۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۴۹۷)

سنابلی صاحب دوسری جگہ حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ہے، سند میں موجود "محمد بن راشد" اگرچہ سچے ہیں، مگر ان کے حافظے پر جرح ہوئی ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۱۹)

سنابلی صاحب نے ایک راوی کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے "صدوق" ہونا نقل کر کے لکھا:

"اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان کا ضبط اور حافظہ بھی ٹھیک رہا ہو، اور اصطلاحی ثقہ وصدوق ہونے کے لئے راوی کا دیانت دار ہونے کے ساتھ ساتھ ضابط ہونا بھی ضروری ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۶۰)

**دوسری رائے:**

اس کے برعکس سنابلی صاحب نے یوں بھی لکھا:

"ان ائمہ کے اقوال سے پتا چلا کہ یہ راوی عادل اور سچا ہے صرف حافظے کے لحاظ سے اس پر جرح ہے، یہی خلاصہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے، چنانچہ کہا: وعبد الله بن المؤمل لم يطعن عليه احد الا من سوء حفظه، عبد اللہ بن مومل پر سوئے حفظ کے علاوہ کسی نے بھی کوئی اور جرح نہیں کی ہے۔" [الاستذکار لابن عبد البر (۴/۲۳)] لہذا یہ راوی جب عادل وسچا ہے اور اس کی روایت ساقط نہیں ہے تو اس کی اپنے استاد ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیح ہے... البتہ... سائل کا نام ابوالجوزاء بتایا ہے تو عبد اللہ بن مؤمل کی غلطی ہے جو اُن کے سُوئے حفظ کا نتیجہ ہے، اس کے علاوہ باقی ان کی پوری روایت صحیح ہے۔"

(احکامِ طلاق صفحہ ۲۸۰)

## ایک کی توثیق سے جہالت رفع ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

**پہلی رائے:**

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”ابو یزید الخولانی کی توثیق میں مروان بن محمد الطاطری کے اس قول کے علاوہ کسی بھی امام کا قول نہیں ملتا ہے، حتی کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اسے ثقات میں ذِکر نہیں کیا ہے، لیکن اہلِ علم نے محض مروان بن محمد الطاطری کی اس تعدیل کے سبب اسے صدوق مانا ہے اور مذکورہ حدیث کو حسن تسلیم کیا ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۳۱۷)

**دوسری رائے:**

دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”اسے ابن حبان نے ثقات میں ذِکر کیا ہے۔ اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۵۸۴)

## کسی ایک نسخہ میں الفاظ ہونا کافی ہیں، یا نہیں؟

**پہلی رائے:**

”انوار البدر“ کتاب کی نقل کے مطابق ایک بزرگ نے ”علی صدرہ“ کو ترمذی کی طرف منسوب کیا، تو سنابلی نے اسے ترمذی کا الگ نسخہ قرار دے کر قبول کر لیا۔ (انوار البدر صفحہ )

**دوسری رائے:**

دوسری طرف بخاری کی ایک حدیث کی سند کی بابت یوں نقل کیا:

”حافظ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہا اللہ نے صراحت کی ہے کہ صرف ابو ذر کے نسخے میں یہاں ”حدثنا“ ہے۔“

(احکام طلاق صفحہ ۱۳۲)

مگر پھر بھی اس نسخے کا اعتبار نہیں کیا اور حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا:

”صحیح بخاری سے باہر اس کی کوئی متصل سند دستیاب نہیں ہے۔“

(احکام طلاق صفحہ ۱۴۹)

مزید غور کریں کہ ایک طرف تو صرف بزرگ کے ترمذی کی طرف زیادت منسوب کرنے کو الگ نسخہ قرار دے کر اس کا وجود تسلیم کر لیا۔ دوسری طرف تحت السرۃ والے نسخہ کا نہ صرف انکار کیا بلکہ اسے تحریف کا نام دے چھوڑا۔ (انوار البدر صفحہ)

حالاں کہ متعدد اہلِ علم نے اعتراف کیا کہ تحت السرۃ کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں موجود ہیں۔ بلکہ کچھ غیر مقلدین کو بھی یہ حقیقت ماننا پڑی۔ مثلاً

چنانچہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر قدیم و مطبوعہ نسخوں میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ موجود نہیں۔''

(علمی مقالات:۶/۱۰۵)

علی زئی نے کہا کہ اکثر نسخوں میں یہ الفاظ نہیں، جس کا مطلب ہے کہ بعض میں یہ الفاظ ہیں، ورنہ علی زئی صاحب یوں کہتے کہ کسی بھی نسخہ میں یہ الفاظ نہیں۔

شیخ عبد الرووف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخے میں حدیثِ وائل کے ایک طریق میں ''تحت السرۃ ''کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔''

(القول المقبول صفحہ ۳۴۱، چوتھا ایڈیشن)

جب متعدد غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ بعض نسخوں میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ موجود ہیں، تو ان کی طرف سے اسے تحریف کا الزام لگانا درست نہیں۔ ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ بعض اوقات غیر مقلدین خود بھی صرف ایک نسخہ کو مدار بنا کر مطلوبہ عبارت کو قبول کر لیتے ہیں، جیسا کہ خود شیخ کفایت اللہ سنابلی نے انکشاف کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''عصر حاضر کے محدث علامہ البانی رحمہ اللہ نے مدرکِ رکوع سے متعلق ایک روایت کو مع سند مسائلِ احمد و اسحاق سے نقل کیا اور اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ لیکن یہ روایت مسائلِ احمد و اسحاق کے مطبوعہ نسخے میں نہیں ہے، اسی طرح مسائلِ احمد کے جتنے بھی

مخطوطات عام ہیں، ان میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صرف ایک مخطوطہ سے اسے مع سند نقل کیا، لیکن محققین ان کی نقل کو بھی کافی سمجھتے ہیں۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۷۱۵)

مذکورہ عبارت کے پیشِ نظر اگر ایک ناقل کی نقل کافی ہے تو امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی نقل کافی کیوں نہیں؟ انہوں نے تو "تحت السرۃ" کی زیادت کو مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"عرض ہے کہ "عبد الکریم" کی تعیین کرنے والا یہ لفظ "الجزری" اصل کتاب مسند بزار میں یا اس وقت اس کے کسی بھی دستیاب مخطوطے میں موجود نہیں ہے تو کیا یہ کہہ دیا جائے کہ امام ابن بطال رحمہ اللہ کی نقل کردہ سند غیر معتبر ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ یہاں پر یہی کہا جائے گا کہ یہ نسخوں کا اختلاف ہے اور امام ابن بطال رحمہ اللہ کے سامنے مسند بزار کا جو نسخہ تھا، اس میں یہ سند اس تعیین والے لفظ کے ساتھ مرقوم تھی۔ اور موجودہ نسخے میں یہ لفظ موجود نہیں ہے، لیکن اس کا بھی اعتبار ہوگا، کیوں کہ ابن بطال رحمہ اللہ نے اسے کتاب سے نقل کیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہاں بھی ابن کثیر رحمہ اللہ کے نقل کردہ الفاظ کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب "تاریخ" سے نقل کیا ہے، اور وہ بھی قدیم نسخے سے، والحمد للہ۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۲۹)

سنابلی صاحب نے جو حسن ظن امام ابن بطال اور امام ابن کثیر رحمہما اللہ کے متعلق کیا ہے، اس سے امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کو محروم کیوں رکھا ہے؟

شیخ عبد الرووف سندھو لکھتے ہیں:

"علامہ ابن قیم نے ایک مقام پر "زاد المعاد" (۱/۲۴۹) میں الفاظ کو نسائی کی طرف منسوب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نسائی کے کسی نسخہ میں ہوں یا سنن کبری میں پائے جاتے ہوں۔"

(القول المقبول صفحہ ۵۸۵)

تحریف کی رَٹ لگانے والے غیر مقلدین کیا اس طرح کا حسن ظن حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ پر کرنے

کرنے کے لئے تیار ہیں۔

یہاں ایک بات اور بھی جانتے چلیں، وہ یہ کہ سنابلی صاحب نے "تحت السرۃ" کے الفاظ کو دیوبندیوں کی تحریف کہا، جب کہ سندھو صاحب اسے سہو ناسخ کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"یہ ضافہ کسی ناسخ کی طرف سے سہواً ہوا ہے۔"

(حوالہ مذکورہ)

ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہ اختلافِ نسخ ہے۔ اگر سندھو صاحب کی بات مان لیں تو بھی سنابلی وغیرہ کا اسے دیوبندیوں کی تحریف کہنا غلط ہے۔

بات چل نکلی ہے، تو ہم بتاتے چلیں کہ تحریف کا دھندا غیر مقلدین میں پایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُن کے حلقہ میں "ہیرو اور شیخ الاسلام" کہلائے جانے والے مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی اس میدان میں پیچھے نہیں رہے، بلکہ وہ صف اول کے شہسوار ہیں۔ (الاربعین صفحہ ۳ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

"الاربعین" کی مطلوبہ عبارت اور دیگر کئی عبارتیں آئندہ "عرضِ مؤلف پر ایک نظر" کے تحت ہم نقل کریں گے، ان شاء اللہ۔

## عرضِ ناشر، عرضِ مؤلف اور مقدمہ پر ایک نظر

بندہ کے پاس "انوار البدر" کا جو نسخہ ہے، اس کے شروع میں "عرض ناشر" عنوان کی تحریر ہے۔ ہم نے ناشر کی عرض پڑھی۔ ان کے مندرجات پر تبصرہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

## عرضِ ناشر پر ایک نظر

☆......ناشر صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اقامتِ صلوٰۃ کا حکم دیا، جس سے نماز پر محافظت و مداومت کے ساتھ ساتھ اس کے ارکان وواجبات اور جملہ افعال کے ارکان وواجبات اور جملہ افعال کو سنت نبویہ کے مطابق ادا کرنا مقصود ہے۔"

(عرض ناشر: انوار البدر صفحہ ۲۵)

بہتر ہوتا کہ ناشر صاحب رکن، واجب اور سنت کی تعریف اپنے مسلم اُصولوں سے کر دیتے۔ مطلب وہ

جس کی بات کو حجت سمجھتے ہیں، ان سے مذکورہ بالا امور کی تعریف نقل کر دیں۔ اَب نہیں کی، تو اگلی طباعت میں شامل کرنے کی نیت کر لیں۔

ناشر صاحب کی تصریح کے مطابق نماز کو سنت نبویہ کے مطابق ادا کرنا حکم الٰہی ہے۔ ہم جانچتے ہیں کہ غیر مقلدین کے ہاں سنن نماز کی اہمیت کیا ہے؟

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''وَالسُّنَّةُ اَنْ تَكُوْنَ السُّوْرَةُ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ وَ بَعْدَ آمِيْنٍ وَيَقْرَأُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْمُصْحَفِ وَلَوْ خَالَفَ جَازَ وَصَحَّ بِلَا كَرَاهَةٍ ''اور سنت یہ ہے کہ سورۃ، فاتحہ اور آمین کے بعد ہو (اور باقی سورتوں میں بھی) قرآن کی ترتیب کے مطابق پڑھے۔ اگر ترتیب کے خلاف پڑھا تو بھی جائز اور بلا کراہت صحیح ہے۔

(نزل الابرار: ۸۳، بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث صفحہ ۱۱۷)

غیر مقلدین کے ہاں رکوع کا رفع یدین سنت ہے، مگر اس کے باوجود اُن کے بعض اسلاف اس کے تارک تھے۔ مولانا ثناء اللہ مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''والدین کی دلجوئی کے لیے ترک رفع الیدین کی گنجائش ہے ... ہمارے بعض اسلاف تبلیغی مصلحت کے پیشِ نظر ترک رِفع پر عامل تھے۔''

(الاعتصام مئی ۱۹۹۰ء: ۹ بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث صفحہ ۱۱۴)

غیر مقلدین کے ہاں ''سنت'' سمجھے جانے والے مذکورہ عمل کے تارک عام افراد نہیں، بلکہ وہ لوگ ہیں جنہیں وہ اپنے اسلاف قرار دے چکے۔ بتایئے! آپ کے اسلاف کا یہ طرزِ عمل آپ کے ہاں سنت کے مطابق ہے یا مخالفِ سنت؟

پاکستان میں سندھ کے علاقہ میں شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد تھے، وہ، اُن کے معتقدین اور دیگر بہت سے غیر مقلدین دوران نماز قومہ کی حالت میں ہاتھ چھوڑنے کی بجائے انہیں باندھنے کے قائل وفاعل ہیں۔ قیامِ ثانی میں وضع یدین کی بابت پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد نے لکھا:

''قیام ثانی میں وضع کی دلیل نہ ملنے کے باعث علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے فرمایا:

الوضع فی القیام الثانی بدعة ضلالة کہ قیام ثانی میں ہاتھ باندھنا گمراہ کن بدعت ہے۔"

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۴۳، ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ لاہور، طبع ہفتم، سن اشاعت: اگست ۲۰۰۴ء)

کیا وجہ ہے کہ شریعت کا مطالبہ تو نماز کو سنت کے مطابق پڑھنے کا ہے، مگر سندھ اور دیگر کئی مختلف علاقوں کے غیر مقلدین دن میں کئی بار نماز میں یہ بدعتی عمل کیا کرتے ہیں۔

غیر مقلد ایک دِن میں دوران نماز کتنی بار سینے پر ہاتھ باندھتا ہے؟ سنابلی صاحب کی زبانی سنیے! وہ لکھتے ہیں:

"نماز میں وضع یدین کا عمل دن میں چالیس پچاس بار کرنا ہوتا ہے۔"

(عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۳)

یہی بات درج ذیل الفاظ میں بھی لکھی:

"نمازی اور تہجد گزار مسلمان کا چوبیس گھنٹے میں کم وبیش پچاس بار واسطہ پڑتا ہے۔"

(انوار البدر صفحہ ۴۱)

دوران نماز بحالتِ قومہ ہاتھ باندھنا بدعت سیہ ہے اور یہ عمل سنابلی صاحب کی تصریح کے مطابق چوبیس گھنٹوں میں غیر مقلدین پچاس بار کیا کرتے ہیں، اس لئے ایک ہی دن میں پچاس مرتبہ بدعتی عمل دہرا لیتے ہیں۔ جن کی صرف ایک دن کی نماز میں پچاس بدعتیں ہوں، انہیں خود کو عاملِ سنت اور مخالف کو تارکِ سنت کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

☆......ناشر صاحب لکھتے ہیں:

"نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اُمت کو یہی حکم دیا کہ نماز اس طریقے کے مطابق ادا کرو، جیسے میں ادا کرتا ہوں۔ اس ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان طریقۂ نماز میں ایک ہی اُسوہ کا پابند ہے، اور اس سے سرمو انحراف کرنے اور اپنے موروثی ومسلکی یا من پسند طریقے سے نماز پڑھنے کا مجاز نہیں ہے۔"

(عرض ناشر: انوار البدر صفحہ ۲۵)

لیکن غیر مقلدین اپنے موروثی ومسلکی طریقے سے نماز پڑھا کرتے ہیں۔

ا۔ غیر مقلدین کا موروثی طریقۂ نماز ہے کہ مخصوص قرآنی آیات امام جب پڑھے تو مقتدیوں کو اس کے جواب میں مخصوص الفاظ کہنے چاہئیں۔ ثبوت کے لئے ”صلوۃ الرسول صفحہ ۲۱۶“ دیکھ سکتے ہیں۔

حالاں کہ یہ طریقہ محض موروثی ومسلکی ہے حدیثوں سے ثابت نہیں۔ شیخ لقمان سلفی نے صلوۃ الرسول کے حاشیہ میں لکھا:

”مذکورہ احادیث سے اس مسئلہ پر دلیل لینا کہ جب امام مذکورہ بالا آیات کی تلاوت کرے تو اسے اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو بھی ان کا جواب دینا چاہیے۔ صحیح نہیں۔ کیوں کہ اولاً تو ان میں بعض روایات صحیح نہیں ہیں اور جو صحیح ہیں ان میں مقتدیوں کے جواب کی صراحت نہیں، بلکہ بعض کے سیاق وسباق سے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ خارج نماز کی بات ہے، البتہ جن آیات کا جواب صحیح سند سے ثابت ہے، اگر ان کی تلاوت کے بعد امام یا منفرد جواب دے لے تو بلاشبہ جائز ہے مگر برصغیر میں جواب کا جو مروج طریقہ ہے، اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔“

(حاشیہ صلوۃ الرسول صفحہ ۱۳۵)

شیخ عبد الرووف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حاصل کلام یہ کہ ہمارے یہاں جو یہ مروج ہے کہ امام جب مخصوص آیات کی تلاوت کرتا ہے، تو وہ اور مقتدی بھی ان کا جواب دیتے ہیں، درست نہیں کیوں کہ اس کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے۔“

(القول المقبول صفحہ ۳۹۱)

۲:...... غیر مقلدین کا موروثی ومسلکی طریقہ ہے کہ نماز وتر میں دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے۔ (صلوٰۃ الرسول مؤلفہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی)

حالاں کہ یہ مسئلہ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ یہ رائے صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ چنانچہ ”صلوٰۃ الرسول“ کی تخریج کرنے والے غیر مقلد مصنف شیخ عبد الرووف سندھو لکھتے ہیں:

"قنوتِ وتر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا قبل اَز رکوع ثابت ہے۔ چنانچہ ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے اور دُعا قبل اَز رکوع کرتے۔ اس حدیث کو نسائی نے "سنن" (۲۳۵/۳) عمل الیوم واللیلۃ" (۷۳۴) میں، ابن ماجہ (۱۱۸۲)، مروزی نے "قیام اللیل " (۲۲۵) میں، ابن سکن نے اپنی " صحیح "میں۔ جیساکہ " تلخیص" (۱۸/۲) میں ہے۔ ابو شیخ نے "طبقات المحدثین" (۱۹۰/۲) میں ، دار قطنی (۳۱/۲) اور بیہقی (۳۹،۴۱/۳) نے روایت کیا ہے۔ اس کو ابن سکن، ابن ترکمانی اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ امام ابو داود نے اس حدیث پر طویل کلام کیا ہے جس کا مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں رکوع سے قبل قنوت کا اضافہ شاذ ہے، امام ابو داود کا یہ کلام امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔ مگر ابن ترکمانی نے "جوہر النقی " (۳۹،۴۰/۳) میں ، اور البانی نے " ارواء الغلیل "(۱۶۸/۲، ۱۶۷) میں ان کا رَد کیا ہے۔ نیز اس حدیث کے شواہد بھی ہیں، اور یہ شواہد ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ہیں، کیوں کہ ان احادیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں دعائے قنوت قبل اَز رکوع کرتے۔"

(القول المقبول صفحہ ۵۸۸،۵۸۹)

صلوۃ الرسول کے ایک اور حاشیہ نگار لکھتے ہیں:

"قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھنا راجح ہے، جیساکہ نسائی ۲۳۵/۳۲ ح)۱۶۹۹ وغیرہ سے ثابت ہے۔ جو لوگ رکوع کے بعد پڑھتے ہیں، وہ قنوت نازلہ پر قیاس کرکے ہی پڑھتے ہیں۔"

(تسہیل الوصول صفحہ ۲۹۵، تحقیق و تخریج زبیر علی زئی، فوائد: غلام مصطفی ظہیر امن پوری، نعمانی کتب خانہ، تاریخ اشاعت: جولائی ۲۰۰۵ء)

اس سے معلوم ہوا کہ "صلوۃ الرسول" میں جس غیر مقلدانہ موروثی مسئلہ کو لکھ کر عمل کی دعوت دی گئی، وہ حدیث کے خلاف قیاس کا نتیجہ ہے۔

۳:...... غیر مقلدین غائبانہ جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں، یہاں تک اس شخص کا غائبانہ جنازہ بھی پڑھا کرتے ہیں، جس کا جنازہ لوگوں نے میت کو سامنے رکھ کر پڑھ لیا ہو۔ حالاں کہ یہ جنازہ غیر مقلدین کا موروثی ومسلکی

ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الرووف سندھو غیر مقلد اِس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری، مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی، مگر اس سے مطلق غائبانہ نمازِ جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔“

(القول المقبول صفحہ ۷۱۴)

سندھو صاحب نے اس کے متعلق دو صفحات پر مشتمل بحث کی، پھر لکھا:

”اگر ہر غائب میت کی نمازِ غائبانہ مشروع ہوتی، تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاشی کے علاوہ کم اَز کم کسی ایک کی تو غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرتے۔ جب کہ آپ سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اگر میتِ غائب پر نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام اپنے صحابہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرتے، شرق وغرب میں مسلمان، خلفاء اربعہ، اور دیگر لوگوں کی بھی یہ نماز پڑھتے، لیکن ایسا کرنا کسی سے بھی منقول نہیں۔ نقلا عن ”الجوھر النقی“ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے بہت سے ایسے لوگ بھی فوت ہوئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب ہوئے تھے مگر آپ نے ان میں سے کسی کی بھی غائبانہ نمازِ جنازہ اَدا نہیں کی۔“

(القول المقبول صفحہ ۷۱۷)

تنبیہ: غیر مقلدین کی موورثی ومسلکی نماز کے مسائل میں سے تین مسئلوں کو بندہ نے یہاں نقل کیا۔ اختصار کے پیش نظر صرف ”صلوۃ الرسول“ کا حوالہ دیا اور پھر ان مسائل کے موروثی ہونے پر بھی دو تین غیر مقلدین کا اعتراف پیش کیا ہے۔ ورنہ ان مسائل کو صلوۃ الرسول کے ساتھ ساتھ دیگر غیر مقلدانہ کتب میں بھی درج کر کے ان پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اسی طرح ان مسائل کے موروثی ومسلکی اور غیر ثابت ہونے پر صلوۃ الرسول کے حاشیہ نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی غیر مقلد مصنفین نے اعتراف کیا ہے۔

اب غیر مقلدین کی ”من پسند“ نماز کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد کی من پسند نماز یہ تھی کہ مقتدی ”ربنا لک الحمد“ اونچی آواز میں کہا کرے۔ اس پر دوسروں کو عمل کی دعوت دینے کے لئے انہوں نے ”نشاط العبد“ نامی رسالہ لکھا۔

جب کہ یہ اُن کا، اور اُن کے معتقدین کا ”من پسند“ مسئلہ نماز ہے، ورنہ اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں۔ اس مسئلہ کے ”من پسند“ بتانے پر دُور کے چکر کاٹنے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے، اس لئے کہ ناشر صاحب نے جس کتاب پر ”عرض ناشر“ عنوان سے تحریر لکھی، اس کتاب کے مصنف یعنی شیخ کفایت اللہ سنابلی نے بھی اعلان کر دیا ہے کہ یہ نہ صرف ”من پسند“ مسئلہ نماز ہے، بلکہ قرآن، احادیث اور اجماع اُمت کے خلاف بھی ہے۔ چنانچہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”راجح یہی ہے کہ ربنا لک الحمد آہستہ پڑھا جائے قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔“

(ربنا لک الحمد آہستہ پڑھیں یا بآواز بلند؟ صفحہ ۶، ناشر: دار التحقیق والنشر والطباعۃ، اشاعت: ۲۰۱۰ء)

غیر مقلدین کا دوسرا ”من پسند“ مسئلہ نماز بحالتِ قومہ ہاتھوں کو سینے پر باندھنا ہے۔ شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد اور اُن کے معتقدین اسی کے قائل ہیں۔ راشدی صاحب نے اس مسئلہ پر دوسروں کو دعوتِ عمل دینے کے لئے ”زیادۃ الخشوع“ وغیرہ کئی رسائل لکھے۔ اَب رہا اس مسئلہ کے من پسند ہونے کا ثبوت؟ جی! ثبوت حاضر ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم چاہیں تو متعدد غیر مقلدین کے حوالے پیش کر سکتے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر ”انوار البدر“ کتاب کے تقریظ نگار شیخ محفوظ الرحمن فیضی کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا:

”عصر حاضر یا ماضی قریب کے بعض علمائے کبار اور ان کے تتبع و تقلید میں بعض دوسرے اخوان نے قرونِ اولیٰ، علمائے سلف اور جمہور اُمت کے تعامل و توارث کے بر خلاف قومہ میں بھی جو وضع یدین کا موقف اختیار کیا ہے، وہ ہمارے نزدیک کمزور اور غلط فہمی پر مبنی ہے، انہیں خواہ مخواہ بعض احادیث کے متعلق یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ وہ قومہ یعنی قیام بعد الرکوع کی حالت میں بھی وضع یدین کرنے پر دلالت کرتی ہیں، حالاں ایسا نہیں ہے۔“

(کیا رکوع کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے؟ صفحہ، طابع و ناشر: مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، سالِ اشاعت: اپریل ۲۰۱۲ء)

فیضی صاحب نے یہاں یہ انکشاف بھی کر دیا ہے کہ مدعیان اہل حدیث کا مذکورہ ”من پسند“ مسئلہ نماز

اپنے علماء کی تقلید کا نتیجہ ہے۔اور انوار البدر کے تقریظ نگاروں سمیت غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ جو نماز کسی کی تقلید میں پڑھی جائے،وہ اُمتی والی نماز کہلاتی ہے، نبی والی یعنی مسنون نہیں۔دوسری لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی نماز امتی والی ہے۔

**تنبیہ:** مذکورہ مسائل اُن غیر مقلدین کے تو ''من پسند''ہیں، جنہوں نے انہیں گھڑ کر ان پر سنت ہونے کا لیبل لگادیا، مگر ان پر عمل کرنے والی اگلی نسلوں کے اعتبار سے یہ مسائل ''من پسند''ہونے کے ساتھ موروثی بھی ہیں۔

☆......ناشر صاحب لکھتے ہیں:

''بحمد اللہ ایک متبع سنت آج بھی اگر اپنی نماز کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی رہنمائی کے لئے کتبِ احادیث کا یہ ذخیرہ پوری طرح سے رہنمائی کرتا ہے، لیکن......۔''

(عرض ناشر :انوار البدر صفحہ ۲۵)

''لیکن'' سے بعد والی عبارت ہم کچھ سطروں بعد نقل کرکے اس پر تبصرہ کریں گے ان شاء اللہ۔ ناشر صاحب!آپ کی عبارت پڑھ لی۔اَب ذرا پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد کی بھی سُن لیں۔وہ کہتے ہیں کہ نماز محدثین کے عمل سے سیکھنی چاہیے،، حدیثوں سے استدلال کرنے سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے لکھا:

''لوگوں نے نماز حدیث سے نہیں، بلکہ محدثین سے اسی طرح سیکھی جیسے انہوں نے محدثین کو پڑھتے ہوئے دیکھا۔''

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۵۳،ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ لاہور، طبع ہفتم، سن اشاعت: اگست ۲۰۰۴ء)

پروفیسر صاحب نے یوں بھی لکھا:

''حدیث سے استدلال کرنے کا طریقہ بہت بعد میں شروع ہوا ہے،اور اسی وقت سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔''

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۷۹۲)

---

پروفیسر صاحب لوگوں کو حدیث کی بجائے محدثین کے عمل سے نماز سیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔
یہاں یہ سوال بجا ہے کہ کیا اُمت میں اختلافات حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ سے ہوئے ؟جب کہ غیر مقلدین تو اختلاف کا سبب تقلید بتایا کرتے تھے۔

☆......ناشر صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن اس قدر وضاحت اور آسانی کے باوجود بعض لوگ اپنی فقہی جمود اور مسلکی تعصب کے پیشِ نظر نماز میں اپنے موروثی طریقہ کار پر نہ صرف شدومد سے قائم رہتے ہیں، بلکہ متبعینِ سنت کو طرح طرح کے حیلوں اور اشکالات سے نماز میں اتباع سنت پر عمل پیرا ہونے سے روکتے ہیں، اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنے تیئں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا عمل ہی ''سنت'' کے مطابق ہے!۔''

(عرض ناشر: انوار البدر صفحہ ۲۵)

یہ سب کچھ اُن غیر مقلدین پر سچا آتا ہے جو اپنی موروثی اور من پسند نماز پڑھا کرتے ہیں مثلاً ''ربنا لک الحمد'' کو مقتدیوں کا جہرا کہنا، اور قومہ کی حالت میں ہاتھوں کو سینے پر باندھنا۔ یہی لوگ طرح طرح کے حیلے کر کے متبعین سنت کو اتباعِ سنت سے روکتے ہیں۔ اور یوں بھی باور کراتے ہیں کہ ہمارا عمل سنت کے مطابق ہے۔
ہم نے اوپر حوالے پیش کر دیئے ہیں کہ حکیم صادق سیالکوٹی نے اپنے موروثی و من پسند طریقہ نماز کے متعدد مسائل کو عوام کے سامنے ''صلوۃ الرسول'' کے نام سے پیش کیا ہے۔ اور مزید یہ کہ غیر مقلد تقریظ نگاروں نے بھی اس کے مندرجات کو ''مسنون مسائل'' اور اس کے طریقہ نماز کو ''سنت والی نماز'' کا نام دیا ہے۔ بلکہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جس شیخ عبد الروف سندھو نے جگہ جگہ متنبہ کیا کہ نماز کے یہ یہ مسائل غیر ثابت یا حدیثوں کے خلاف ہیں، انہوں نے ہی اس کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھ دیا:

''اس کتاب سے کوئی بھی محبِ سنت گھر خالی نہیں ہے، اسے پاک وہند میں یکساں طور پر شرف قبولیت حاصل ہوا ہے۔''

(القول المقبول صفحہ ۱۰)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے موروثی اور من پسند طریقۂ نماز کو پاک وہند کے غیر مقلدین کے

ہاں یکساں قبولیت حاصل ہوئی ہے۔

پھر اگلے صفحہ پر لکھا:

"یہ کتاب نماز کے موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ اگر یوں بھی کہہ دیا جائے کہ یہ اپنے موضوع پر ایک "بے نظیر" کتاب ہے تو اس بات میں مبالغہ نہ ہو گا۔"

(القول المقبول صفحہ ۱۱)

اسی طرح شیخ بدیع الدین راشدی کے بحالتِ قومہ وضع یدین پر مبنی مدلل رسائل پڑھیں جو مقالات راشدیہ میں شامل ہیں، اور راشدی صاحب کا رسالہ "نشاط العبد" بھی پڑھ لیں۔ اگر یہ دستیاب نہ ہو، تو اس کے اقتباسات سنابلی صاحب کی کتاب "ربنا لک الحمد آہستہ پڑھیں یا باآواز بلند؟" میں دیکھ سکے ہیں۔

راشدی صاحب اور اُن کے متبعین نے اپنے من پسند مسائل کو مسنون مسائل کا نام کر دے لوگوں کے سامنے پیش کیا، اور مخالفین پر طرح طرح کے جملے کسے، حیلے تراشے اور بزعم خود وزنی اشکالات کئے ہیں۔ ناشر صاحب نے مذکورہ عبارت میں طعن تو کسی اور پر کیا ہے، مگر یہ عبارت سو فیصد موروثی اور من پسند نماز پڑھنے والے مدعیان اہلِ حدیث پر سچی آتی ہے۔ چلی تھی برچھی کسی پر، آن پہنچی کسی اور پر۔

☆......ناشر صاحب نے سنت پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"اور جوں ہی وہ ان کے مخصوص نظریات اور فقہی مسائل سے ٹکرانے لگتی ہے، یہ لوگ نہ صرف اس کی تضعیف و یابیں پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں، بلکہ احادیث میں تحریف کرنے سے بھی ذرہ بھر نہیں گھبراتے۔"

(عرض ناشر: انوار البدر صفحہ ۲۶)

اس عبارت میں ناشر صاحب نے دو باتیں لکھیں۔

ا۔ اپنے اختیار کردہ نظریہ اور مسئلہ کے خلاف حدیث کو پا کر اسے ضعیف کہنے پر کمر بستہ ہو جانا۔

اَب اس کا ثبوت خود غیر مقلدین کے گھر سے ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر و عمر و عثمان

رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی وہ سب (نماز کو) الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا کرتے تھے۔(صحیح مسلم مع النووی ج ا ص ۱۷۲)

...... مسلم کی اس حدیث کو غیر مقلدین کے ہاں "شیخ العرب والعجم" کا لقب پانے والے بزرگ مولانا بدیع الدین راشدی نے ضعیف کہا ہے۔ ان کے جرح کلمات اُن کی کتاب "احکام البسملة "میں دیکھ سکتے ہیں۔

ہم یہاں وکیل ولی قاضی غیر مقلد (حیدر آباد سندھ) کی عبارت پیش کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے لکھا:

"یہاں یہ بات یاد رہے کہ محترم و مکرم بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ بسم اللہ بالجہر کے قائل و فاعل تھے اور مذکورہ روایت میں چوں کہ بسم اللہ کو سراً پڑھنے کی طرف اشارہ ہے، غالباً اسی بحث میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر کلام کیا۔"

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام: ۳/ ۱۸۴، حافظ زبیر علی زئی)

اس عبارت میں اعتراف کیا کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی دلیل ہے اور راشدی صاحب چوں کہ بسم اللہ جہراً پڑھنے کے قائل تھے، اس لئے اسے اپنے خلاف پا کر ضعیف کہہ دیا۔ اور جب صحیح مسلم کی روایت کو اپنے لئے مفید خیال کیا تو یوں رقم طراز ہوئے:

"صحیح مسلم میں اس حدیث کا مروی ہونا اس کی صحت کے لئے کافی ہے۔"

(شرعی طلاق صفحہ ۱۲، طبع ششم: فروری ۲۰۰۶ء)

مسلم میں حدیث ہے:

"کتا جب تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوئے۔"

(صحیح مسلم: ۱/ ۱۳۷)

اس حدیث سے کتے کے جھوٹے کی نجاست پر دلیل لی گئی ہے۔ اور مولانا داود ارشد غیر مقلد کتے کے جھوٹے کو نجس ماننے کے لیے تیار نہیں تھے، اس لئے اس حدیث کو اپنے خلاف پا کر مجروح (ضعیف) کہہ چھوڑا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

"بلاشبہ اس حدیث سے کتے کے جھوٹے کی نجاست ثابت ہوتی ہے مگر اس حدیث کی

سند میں کلام ہے۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/ ۲۰۴)

صحیح مسلم کی حدیث ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھے۔ (صحیح مسلم: ۱/ ۲۶۱، حدیث اور اہلِ حدیث صفحہ ۵۵۴)

مولانا داود ارشد غیر مقلد نے اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

”اس کی سند میں حبیب بن ابی ثابت راوی مدلس ہے جیسا کہ امام دار قطنی ابن خزیمہ وغیرہ نے صراحت کی ہے۔ (طبقات المدلسین ص ۳۷) اور زیر بحث روایت کی سند میں تحدیث کی صراحت نہیں بلکہ صیغہ عن سے مروی ہے... امام دار قطنی نے اس روایت پر نکیر کی ہے۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/ ۲۳۲)

”انوار البدر“ کے تقریظ نگار مولانا داود ارشد نے صحیح مسلم کی مذکورہ دونوں حدیثوں کو اپنے خلاف پاکر اُن پر ضعف کی چھاپ لگادی۔ اس کے برعکس مسلم کی جس روایت کو اپنے حق میں مفید خیال کیا، اس کی صحت باور کراتے ہوئے یوں لکھا:

”اس حدیث کی صحت کے لیے اس قدر ہی کافی ہے کہ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں داخل کیا ہے۔“

(دین الحق: ۲/ ۶۵۷)

ناشر صاحب! درج ذیل عبارتیں بھی پڑھ لیں۔

ڈاکٹر عطاء محسن غیر مقلد اپنی جماعت کے ایک بزرگ کے سودی فتوے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہماری حالت یہ ہے کہ اپنی فقہی موشگافیوں سے قرآن وسنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔“

(فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: ۱/ ۶۵۶)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہی کام اَب تقلیدی اہلِ حدیث نے شروع کر دیا کہ فہم سلف کے نام پر کتاب وسنت کی اتھارٹی کو چیلنج کر رہے ہیں۔ حالاں کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس فکر کا بہت پہلے اپنی کتاب ”رفع

الملام" وغیرہ میں رَد کر چکے ہیں۔ کتاب وسنت پڑھیں گے تو اس کی ہیبت قائم ہو گی ناں۔ اَب کتاب وسنت تعلیم وتعلم میں کہاں اور کتنا کچھ رہ گیا ہے، سب اپنے اپنے بزرگوں کے قیل وقال کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

(صفحہ ۳۳۸)

(۲)......ناشر صاحب نے دوسری بات لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کو اپنے خلاف پا کر اس میں تحریف کر دیتے ہیں۔

عرض ہے کہ تحریفات کا دھندا غیر مقلدین میں ہے۔ حوالہ جات بندہ نے اپنی کتابوں: "زبیر علی زئی کا تعاقب"......اور......"غیر مقلدین کا قرآن سے کھلواڑ" میں غیر مقلدین کی کتب سے جمع کر دیئے ہیں۔ ہمارے اس مقدمہ میں بھی "عرض مؤلف پر ایک نظر" عنوان کے تحت کچھ حوالے منقول ہیں۔

## عرض مؤلف پر ایک نظر

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز اسی طرح پڑھو، جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"

(عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۵)

لیکن غیر مقلدین کے ایک طبقہ کا "ربنا لک الحمد" کو جہری کہنا، دوسرے طبقہ کا قنوت وتر کو رکوع کے بعد پڑھنا اس حدیث کی مخالفت ہے۔ حوالہ جات پہلے "عرض ناشر پر ایک نظر" کے ذیل میں نقل کر دیئے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اَلصَّلٰوۃُ اَوَّلُ مَافُرِضَتْ رَکْعَتَانِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَاَتَمَّتْ صَلٰوۃُ الْحَضَرِ۔" (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

نماز کی ابتداء دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز [دو رکعات سے چار رکعات] پوری کر دی گئی۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ لَایَزِیْدُ فِیْ السَّفَرِ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَذٰلِکَ۔"

(صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۹)

میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ قصر کرنا اور کبھی پوری نماز سفر میں نہ پڑھنا قصر کے وجوب کی دلیل ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر افضل بات کو ترک کیا ہو اور غیر افضل پر مداوت کی ہو، حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اس میں صحیح اور راجح ہے"

(تیسیر الباری جلد ا صفحہ ۱۴۴)

لیکن بخاری شریف کی مذکورہ حدیث اور راجح مذہب کے خلاف بہت سے غیر مقلدین کی رائے ہے کہ قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنا جائز ہے۔

قصر کے وجوب کا انکار کر کے پوری نماز پڑھنے کے قائل غیر مقلدین میں سے "انوار البدر" کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری بھی شامل ہیں۔

بلکہ ہم ایک مزید حیرت کی بات بھی قارئین کو بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس علامہ وحید الزمان نے حدیث بخاری کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو "سفر میں دو رکعات پڑھنا واجب ہے اور چار رکعات پڑھنا جائز نہیں" کو راجح تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی دوسری کتاب میں لکھ دیا:

"فَالْاَفْضَلُ لَہٗ قَصْرُ الرُّبَاعِیَّۃِ وَاِنْ صَلّٰی اَرْبَعاً اَجْزَاَتْہٗ۔"

(کنز الحقائق صفحہ ۳۴)

یہی مسئلہ انہوں نے ”نزل الابرار من فقہ النبی المختار جلد اصفحہ ۱۴۸“ میں بھی درج کیا۔ ”نزل الابرار من فقہ النبی المختار“ کا معنی ”نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی فقہ سے نیک لوگوں کی مہمانی“ ہے۔ جس مسئلہ کو انہوں نے بخاری کی شرح میں نبوی نماز تسلیم کیا ہے، اسی کے مخالف پہلو کو ”نزل الابرار“ میں نبوی فقہ کے نام سے پیش کر دیا۔ علامہ صاحب نے شرح بخاری میں کئی جگہ لکھا کہ بخاری کی اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے، مگر جب ہم نے اُن کی دوسری کتب کو دیکھا تو اس میں بخاری کے مسئلہ کے برعکس غیر مقلدانہ مسئلہ لکھا ہوا پایا۔ اس کے کچھ نمونے بندہ کی کتاب ”احادیث بخاری اور غیر مقلدین“ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان میں دیکھ سکتے ہیں۔

بخاری کے غیر مقلد شارح شیخ عبدالستار حماد کی رائے بھی یہی ہے کہ سفر میں اتمام یعنی چار رکعتیں پوری پڑھنا جائز ہے۔ (مختصر صحیح بخاری جلد اصفحہ ۱۷۳)

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

> ”جو حضرات محض مسلکی تعصب میں پڑ کر لوگوں کو صحیح سنت سے دُور کر رہے ہیں انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کی غلط رہنمائی سے جتنے لوگ بھی غلط عمل انجام دیں گے، سب کا وبال اُن کے سر جائے گا۔“
>
> (عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۵)

ہم نے پیچھے ”عرضِ ناشر“ کے مندرجات پر ایک نظر عنوان کے تحت غیر مقلدین کے چند موروثی، من پسند اور غیر ثابت بلکہ خلافِ حدیث مسائل باحوالہ درج کر دیئے ہیں۔ غیر مقلدین ان مسائل پر عمل کرانے کے لئے انہیں اپنی کتابوں میں درج کر چکے، اور بعض مسائل پر مستقل کتاب مارکیٹ میں لے آئے۔ اس لئے ان کی بابت یوں کہنا چاہیے:

> ”مسلکی تعصب میں پڑ کر لوگوں کو صحیح سنت سے دُور کر رہے ہیں انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کی غلط رہنمائی سے جتنے بھی غلط عمل انجام دیں گے، سب کا وبال اُن کے سر جائے گا۔“

پیچھے یہ بھی گزر چکا کہ سنابلی صاحب نے اپنے رسالوں میں اعتراف کیا کہ ”ربنا لک الحمد“ اونچی پڑھنا، اور قرآنی آیات کا نماز میں جواب دینا خلاف سنت ہے۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا سنابلی نے ان مسائل کے

عامل اپنے غیر مقلدین کے متعلق مذکورہ بات لکھی؟ اگر نہیں تو آئندہ طباعت میں لکھنے کا ارادہ ہے؟
ایک الزامی حوالہ بھی پڑھتے جایئے! سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”خلاصہ کلام یہ کہ قرآن، احادیثِ صحیحہ، اقوال صحابہ اور قیاس سے معلوم ہوا حیض کی طلاق بدعت ہے، اور اس کا کوئی شمار نہیں ہے۔ محققین اہلِ علم کا یہی موقف ہے۔“

(احکامِ طلاق صفحہ ۱۲۱)

لیکن پاکستان کے غیر مقلدین کی تحقیق میں حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ وہ اپنے فتاوی اور دیگر کتب میں تحریر کر چکے ہیں۔ ”انوار البدر“ کے تقریظ نگار شیخ صلاح الدین یوسف (تفسیری حواشی صفحہ ۱۵۹۰) اور ”انوار البدر“ کے تقریظ نگار مولانا مبشر احمد ربانی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل :۳/ ۳۷۰) کے نزدیک بھی حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کی عبارت پیچھے ”......سنابلی کا تعارف“ عنوان کے تحت منقول ہے۔

اَب سوال تو بنتا ہے کہ سنابلی صاحب نے سینے پر باندھنے پر گفتگو کرتے ہوئے تو یوں لکھ دیا:

”انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کی غلط رہنمائی سے جتنے بھی غلط عمل انجام دیں گے، سب کا وبال اُن کے سر جائے گا۔“

مگر طلاق الحیض کی بحث میں یہ کیوں نہیں درج کیا؟ جب کہ طلاق کا مسئلہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ غیر مقلدین کے ہاں صرف ”مسنون“ ہے، حلال و حرام کا مسئلہ نہیں۔ جب کہ طلاق کا مسئلہ حلال و حرام کا ہے۔ ہم یوں بھی تبصرہ کر سکتے ہیں کہ سنابلی صاحب نے اپنی کتاب کی تقریظ اُن دو شخصوں سے بھی لکھوائی جو اُن کی تحریر اور رائے کے پیشِ نظر:

”قرآن، احادیثِ صحیحہ، اقوال صحابہ اور قیاس...... محققین اہلِ علم“ کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”بعض حضرات مسائل میں فروع اور اصول کی تقسیم کرتے ہیں، یہ تقسیم محض تعلیم و تعلم کی خاطر فقط علمی اصطلاح کی حد تک رہے تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، لیکن اگر اس تقسیم کے ذریعے سے بعض مسائل کو فروع مسائل کا نام دے کر اُن کی تخفیف شروع کر دی جائے اور

یہ کہا جانے لگے کہ فروعی مسائل میں مسلمانوں کو آزادی ہے، وہ جس طرح چاہیں عمل کرلیں تو یہ بہت بڑی خطرناک سوچ ہے، کیوں کہ اصول کی طرح فروع میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے فروع مسائل میں بھی یہ ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ مسائل کی وضاحت کی جائے اور اُن پر عمل کی دعوت دی جائے جو مسائل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اُن کی تردید کی جائے اور لوگوں کو اُن پر عمل سے روکا جائے۔"

(عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۵)

سنابلی کی مذکورہ عبارت پڑھنے لینے کے بعد اَب اُن ہی کی غیر مقلد برادری کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا مسعود عالم ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"موجودہ جماعت اہلِ حدیث آمین ورفع یدین اور اس قسم کے دوچار فروعی مسئلوں پر قانع ہوکر رہ گئی ہے۔"

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک: ۲۹ بحوالہ تجلیاتِ صفدر: ۵/ ۵۳۲)

ندوی صاحب نے آمین ورفع یدین کو "فروعی مسئلوں" میں شمار کیا ہے۔

غیر مقلدین کے ہاں "شیخ الاسلام اور حجۃ الاسلام" کہلائے جانے والے بزرگ مولانا محمد گوندلوی۔ (فاتحہ خلف الامام صفحہ ۱۱، تصنیف زبیر علی زئی) لکھتے ہیں:

"ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔"

(خیر الکلام صفحہ ۳۳)

سنابلی کی کتاب پر تقریظ لکھنے والے مولانا ارشاد الحق اثری نے "خیر الکلام" کی اس عبارت کو اپنی تائید میں نقل کیا۔ (توضیح الکلام)

بلکہ خود بھی فاتحہ کے مسئلہ کو "اختلافی اور فروعی" قرار دے کر فاتحہ نہ پڑھنے والے کو اجر کا مستحق تسلیم کیا۔

ان کی عبارت پڑھئے!

”کسی ذمہ دار اہلِ حدیث عالم نے اس بناء [امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے (ناقل)] پر انہیں بے نماز اور کافر نہیں کہا۔ کیوں کہ یہ اختلافی اور فروعی نوعیت کا مسئلہ ہے جو شخص اپنی تحقیق کی بناء پر فاتحہ نہیں پڑھتا وہ غلطی کے باوجود عند اللہ ماجور ہے اور قابل مؤاخذہ نہیں۔“

(آئینہ اُن کو دکھایا تو بُرا مان گئے صفحہ ۲۵)

”عند اللہ ماجور“ کا مطلب ہے اسے اللہ کے ہاں اجر ملے گا۔

علامہ وحید الزمان نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جو مسائل علماء میں اختلافی ہوں، اُن میں سے کسی پر نکیر جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی صفحہ ۱۱۲)

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اَب اس میں اس نوجوان کا کوئی قصور نہیں ہے کیوں اسے اہلِ حدیث کرنے والوں کے نزدیک اہلِ حدیث ہونا آٹھ سے دس مسائل ک انام ہے اور اسے جب پوری اہلِ حدیثیت انہی مسائل کے گرد گھومتی نظر آئے گی تو اس کی زندگی کا مقصد انہی فروعی مسائل کے لئے جینا مرنا ہی قرار پائے گا۔“

(صالح اور مصلح صفحہ ۳۶۹)

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاری وغیرہ نے فروعی مسائل میں اختلافی رسائل لکھے۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۵۶، ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ لاہور، طبع ہفتم، سن اشاعت: اگست ۲۰۰۴ء)

☆... سنابلی صاحب نے بعض دانش وروں کی بابت لکھا:

”اصولی اور اجماعی مسائل میں بحث کے نئے نئے دروازے کھولتے ہیں۔“

(عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۶)

حافظ محمد سعید غیر مقلد نے لکھا:

”دوسرے [غیر مقلد گروہ، (ناقل)] نے تقلیدی زنجیروں کو توڑا اور درِ اجتہاد کو اس قدر کشادہ کر دیا کہ وہ منہج سلف سے ہٹ کر الحاد کی دہلیز تک جا پہنچا، مگر تکلفاً قرآن وحدیث کا لاحقہ ساتھ لگائے رکھا۔“

(پیش لفظ: مختصر صحیح بخاری، صفحہ ۵۵)

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کے متعلق لکھا:

”ناسخ و منسوخ، تقدیر، معجزات، کرامات، صفات باری، دیدار الٰہی، میزان، عذاب قبر، عرش، لوح محفوظ، دابۃ الارض، طلوع شمس از مغرب وغیرہ وغیرہ جو اہلِ سنت میں مسائل اعتقادیہ اجماعیہ ہیں اور آیات قرآنیہ اُن پر شاہد ہیں اور علماء اہلِ سنت نے اپنی تفاسیر میں بالاتفاق جن آیات کی تفاسیر ان مسائل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے اُن سب آیتوں کو بیقلید کفرۂ یونان و فرقہ ضالہ معتزلہ و قدریہ و جہمیہ خذلہم اللہ محرف و مبدل ہو کر کے سبیل مؤمنین کو چھوڑ کر اپنے آپ کو و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساءت مصیرا کا مصداق بنایا۔“

(الاربعین صفحہ ۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

غزنوی صاحب نے امر تسری تفسیر پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”افسوس ہے بر خلاف آیاتِ کریمہ و اجماع ائمہ کے جابجا اپنی تفسیر میں عرش کی تفسیر بیقلید قفال حکومت اور بادشاہت کے ساتھ کرتا ہے اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ عرش کے انکار سے تو کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔“

(حاشیہ الاربعین صفحہ ۱۷، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

سنابلی صاحب نے آگے چل کر کچھ عنوانات قائم کئے ہیں، جو اُن کے غیر مقلدین پر بھرپور طریقہ سے چسپاں ہوتے ہیں۔

☆ ...... ”اکاذیب۔“ (عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۷)

مولانا محمد اسحاق بھٹی اپنے غیر مقلدین کے متعلق لکھتے ہیں:

"پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک متحقق ہو گئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کی روایات کے راوی ضعیف ہیں۔اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پُر تقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔"

(نقوش عظمت رفتہ صفحہ ۲۲)

سنابلی صاحب نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے متعلق لکھا:

"خود جھوٹ بول کر الزام دوسروں پر ڈال دینے سے آپ کا جھوٹ سچ میں تبدیل نہیں ہو جائے گا۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۰)

"یہاں بڑی ڈھٹائی سے اسے جھوٹ کہہ دیا جو بذاتِ خود جھوٹ و دجل بیانی ہے۔"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۶۷)

"کذب و افتراء اور دجل و خیانت کی تمام تر خصلتوں کا ارتکاب کر کے موصوف نے یہ تحریر مرتب کی اور آخر میں یہ روایت [مومن خائن اور جھوٹا نہیں ہو سکتا (ناقل)] اس لیے درج کر دی تاکہ اپنے اکاذیب اور اپنی خیانتوں پر پردہ ڈال سکیں"

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۸۲)

مزید حوالہ جات بندہ کی کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

☆......"تحریف۔" (عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۷)

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آج کل ایک تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ کشمیری الاصل امرتسری الوطن میری نظر سے گزری۔ تفسیر کیا، ایک اغلاط کا مجموعہ، تاویلات کا ذخیرہ دیکھا، تعجب ہے یونیورسٹی کے فاضل کی فضیلت اور لیاقت پر کہ الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی

ناک کاٹ ڈالی۔"

(الاربعین صفحہ ۳ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد حسین بٹالوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

"اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔"

(الاربعین صفحہ ۴۳)

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے مولانا امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"مولوی ثناء اللہ کی خدمت میں عرض ہے کہ............ کیا اسی کا نام تفسیر ہے؟ ایسی تفسیر کو آپ ہی تفسیر کہتے ہوں گے ورنہ دنیا تو اس کو تحریف کہتی ہے۔"

(فتاویٰ اہلحدیث: ۱/ ۵۷، ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے مولانا غلام العلی قصوری غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھا:

"اس مجمل آیت لانے سے معلوم ہوا کہ تحریف جو عادت یہود ہے آپ میں یہ بھی موجود ہے۔"

(اثبات الالہام و البیعۃ بادلۃ الکتاب والسنۃ صفحہ ۵۱)

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد "تحریف" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"......ایک اہل حدیث اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں: اپنی اپنی جانوں اپنی اولادوں اور اپنی عورتوں کو نظر کے لیے لکھ پڑھ کر یہ تعویذ اور جھاڑ پھونک کیا کرو۔ ترجمہ میں "لکھنے" کا لفظ سراسر تحریف ہے جو اہلحدیث کی شان کے لائق نہیں بلکہ بزعم خود قرآن پاک سے ثبوت لانے کے لیے "وقیل من راق" کا ترجمہ کرتے ہیں: کون ہے رقیہ (دم تعویذ) کرنے والا۔ ایک ترجمہ کے مطابق دم کرنا تو ٹھیک ہے، لیکن لفظ تعویذ کے اضافے سے عوام کو یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ تعویذ لکھنے اور بیچنے کا ثبوت تو قرآن پاک میں بھی ہے۔ ایسی گھٹیا حرکتیں نہیں کرنی چاہیے۔"

(تعویذ اور دم، صفحہ ۲۷)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ کا باپ تھا اس قدر غلط اور جہالت آمیز ہے کہ پرانے ملحدین کو بھی اس کے اظہار کی جرآت نہیں ہوئی تھی۔ میری دانست میں سر سید احمد خاں سے پہلے کسی بڑے سے بڑے بے دین کو بھی قرآن عزیز کی آیات متعلقہ کی تحریف میں یہ جرأت نہیں ہوئی جو گجراتی ملحد [شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد (ناقل)] کو ہوئی، اس نوع کی تحریف بے باک ملحد ہی کر سکتا ہے!۔“

(الاعتصام لاہور ۴ر ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

آخر میں ایک حوالہ خود سنابلی صاحب کی کتاب سے پیشِ خدمت ہے۔ سنابلی صاحب نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے متعلق لکھا:

”صرف یہی نہیں بلکہ اسی روایت کے بعض الفاظ سے ایک جلیل القدر صحابی رسول کی توہین بھی ہوتی ہے۔ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے رسالہ میں اس توہین والے جملے میں معنوی تحریف کرتے ہوئے اس کا ترجمہ ہی بدل دیا۔ اور یہاں سرے سے وہ الفاظ ہی ذِکر نہیں کئے۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ روایت پورے الفاظ کے ساتھ مع ترجمہ درج کر دیں۔“

(حدیث یزید محدثین کی نظر میں صفحہ ۱۸)

غیر مقلدین کی تحریفات کو بندہ نے اپنی کتاب ”غیر مقلدین کا قرآن سے کھلواڑ“ میں خود اُن کی زبانی باحوالہ نقل کر دیا ہے اور کچھ بحث بندہ کی کتاب ”زبیر علی زئی کا تعاقب“ میں بھی موجود ہے۔

☆...... ”ضعیف و مردود روایات سے استدلال۔“ (عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۸)

سنابلی صاحب نے اپنے ایک غیر مقلد لکھاری کے کتابچہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”مجھے حیرت ہے کہ صاحبِ کتابچہ کو ضعیف روایات ہی درج کرنی تھیں تو صرف بارہ آیات ہی کو کیوں منتخب کیا جب کہ کتب تفاسیر و احادیث میں راقم الحروف کے شمار کے مطابق پچیس (۲۵) آیات ایسی ہیں جن کے جواب میں کچھ کلمات کہنے کی ضعیف روایات منقول ہیں۔“

(قرآنی آیات کا جواب، نماز اور غیر نماز میں صفحہ ۱۳۴)

غیر مقلدین کے رسالہ میں لکھا ہے:

”بعض ہمارے ساتھی ضعیف حدیث کو ناقابلِ عمل قرار دے کر انہیں متروک العمل کہہ دیتے ہیں جب کہ ان کا ایسا کہنا درست نہیں۔ جو حدیث واقعی موضوع (من گھڑت) ہو اس کا انکار صحیح ہے لیکن صرف ضعیف ہونے سے ناقابلِ عمل نہیں ہو جاتی۔ جامع ترمذی میں کتنی احادیث ہیں جن کے بارے میں امام ترمذی نے ان کا ضُعف ثابت کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ (اہلِ علم کے نزدیک عمل اسی ضعیف حدیث پر ہے) اب صاحبِ کتاب کا یہ کہنا کہ یہ قابلِ عمل ہے اسے مانا جائے گا نہ کہ دوسرے لوگوں کے قول اقوال کو... والد رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبد الستار نے تفسیر سورۃ فاتحہ کے چند صفحات میں ضعیف حدیث سے متعلق خوب لکھا ہے۔ اسنادی نکات بھی بتائے ہیں جو چاہے اسے پڑھ لے اور ضعیف حدیث کے بارے میں مطمئن ہو جائے۔“

(پندرہ روزہ صحیفہ اہلِ حدیث کراچی ۱۶ رمضان ۱۴۲۴ھ صفحہ ۳۸)

بعض غیر مقلدین نے تو ضعیف حدیث کی حجیت پر مستقل کتابیں بھی لکھیں۔ افتخار احمد تاج الدین الازہری اپنے بزرگ مولانا بدیع الدین راشدی شاہ (غیر مقلد) کی کتاب ”القول اللطیف فی الاحتجاج بالحدیث الضعیف“ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”کیا ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر متقدمین اور متاخرین محدثین میں شدید اختلاف رہا کئی تو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں اور کئی مطلقاً ناجائز قرار دیتے اور بعض محدثین چند شروط کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں اسی سوال کا جواب دیا ہے اور انہوں نے چند شروط کے ساتھ حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے۔ شروع کتاب میں وہ شروط بیان کرتے ہیں اور بعد میں اپنے موقف کی تائید میں ۱۷ محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے جامعۃ الازھر قاہرہ مصر میں دَورانِ تعلیم اس کتاب کی مکمل تخریج و تحقیق کی تھی ان شاء اللہ عن قریب اردو ترجمہ کے ساتھ طبع کرنے کا ارادہ ہے۔“

(مجلہ بحر العلوم شیخ العرب والعجم نمبر بیاد مولانا بدیع الدین شاہ راشدی صفحہ ۴۵۷)

ازہری مذکور کے متعلق "شیخ الحدیث جامعۃ بحر العلوم السلفیۃ میر پور خاص سندھ" لکھا ہوا ہے۔ (حوالہ مذکورہ صفحہ ۴۴۴)

راشدی صاحب کی یہ کتاب "القول اللطیف" مقالاتِ راشدیہ: ۲/ ۲۳ میں میں شامل ہے۔

شیخ ندیم ظہیر غیر مقلد اپنی جماعت کے معروف مصنف مولانا عبد السلام بستوی کے متعلق لکھتے ہیں:

> "آپ نے اپنی کتابوں میں صحت و سقم کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا لہٰذا آپ کی کتابوں میں ضعیف و بے اصل روایات بھی موجود ہیں۔"
>
> (مقالات الحدیث صفحہ ۴۰۷)

شیخ زبیر علی زئی نے حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب "صلوٰۃ الرسول" کی تخریج کی۔ پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ غیر مقلد نے شیخ زبیر علی زئی کے حالات میں اس تخریج کی بابت لکھا:

> "تخریج کردہ روایات میں سے ۱۰۳، روایت ضعیف، ضعیف جدا، جیسا حکم لگا کر غیر مقبول ٹھہرایا۔"
>
> (اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعتِ خاص شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۶۳)

صلوۃ الرسول کی جب سے تخریج ہوئی تب سے عوام کو بھی پتہ چل گیا کہ اس کے پیٹ میں سو سے زائد حدیثیں ضعیف ہیں۔ اس لئے مولانا محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد کو یہ مشورہ دینا پڑا کہ کتابوں کی تخریج اردو میں نہ کی جائے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> "موجودہ دَور کے بعض اہلِ علم نے اردو میں اس باب [تخریج حدیث (ناقل)] میں جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، میرے خیال میں اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس سے منکرینِ حدیث ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور بعض دوسرے لوگوں پر بھی اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کی بحثیں احادیث پڑھاتے وقت ضرور کی جائیں، لیکن میرے خیال میں عام مضامین اور عام لوگوں کے سامنے اس موضوع پر گفتگو مصلحت کے خلاف ہے۔"
>
> (گزر گئی گزران صفحہ ۲۷۰)

"مصلحت کے خلاف ہے" کی وضاحت کر دی جاتی۔ کیا یہی مصلحت ہے کہ تخریج سے عوام کے سامنے پول کھل رہا کہ غیر مقلدین کی کتابوں میں ضعیف حدیثوں کی بھرمار ہے یا کچھ اور مصلحت؟

---

آگے لکھا:

”موجودہ دَور کے اصحابِ تحقیق سے میری گزارش ہے کہ انہیں بھی اس پر غور کرنا چاہیے......ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ مصلحت بھی بسا اوقات مسئلہ بن جاتی ہے۔“

(گزر گئی گزران صفحہ ۲۷۱)

مگر وہ مصلحت کیا ہے، یہ تو بتایا جائے۔

شیخ ابو مسعود سلفی غیر مقلد نے شیخ عبد الروف سندھو غیر مقلد کی طرف سے ”صلوۃ الرسول“ پہ کی گئی تخریج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس (شیطان ملعون) نے کمال عیاری سے احمق مخلصین کو اپنا کارکن بنالیا اور ان سے ”صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم“ جیسی نفع بخش کتاب کی تخریج لکھوادی۔“

(فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی اور اہلِ حدیث کا مسلک اعتدال صفحہ ۵۰)

ابو مسعود سلفی ”صلوٰۃ الرسول“ کی تخریج کئے جانے پر اس قدر غصہ کیوں ہیں؟ اس لئے کہ اس تخریج سے صلوٰۃ الرسول میں درج بیسیوں ضعیف حدیثوں کا عوام الناس کو علم ہو گیا؟ اگر یہ وجہ نہیں، تو اور کیا ہے؟

☆......”تابعین کے اقوال کو حدیث کے نام پر پیش کرنا۔“ (عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۸)

میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث: ”الساکت عن الحق اخرس، حق گوئی سے زبان روکنے والا گونگا شیطان ہے۔“ کو مد نظر رکھتے ہوے اور اظہارِ حق کی خاطر میں نے اس کا جواب لکھنے کا بیڑا اُٹھایا۔“

(معیار الحق صفحہ ۶۹، اشاعت: اکتوبر ۲۰۲۴ء، دار الطیب للطبع والتحقیق گوجرانوالہ، تحقیقی افادات محمد عزیز شمس، تسہیل و تدوین: پروفیسر عبد الجبار شاکر)

شیخ محمد عزیز شمس غیر مقلد نے اس جگہ حاشیہ میں لکھا ہے:

”اس حدیث کی کوئی مرفوع یا موقوف اَصل نہیں، اسے قشیری نے اپنے شیخ و پیر ابو علی الدقاق (ت ۴۰۵ھ) سے ”الرسالۃ القشیریۃ“ (ص: ۱۳۰) میں نقل کیا ہے۔“

میاں صاحب نے اس جملہ کو حدیث کے طور پر "معیار الحق صفحہ ۲۵۶" پہ بھی درج کیا۔
وہاں بھی صاحب حاشیہ نے لکھا:

"یہ حدیث نہیں، بلکہ ابو علی الدقاق کا قول ہے، جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔"

میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

"فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم "الحق مر" کے مطابق سچ کڑوا ہوتا ہے۔"

(معیار الحق صفحہ ۷۳)

شیخ محمد عزیز شمس نے حاشیہ میں لکھا ہے:

"یہ مرفوع حدیث نہیں، بلکہ لوگوں کے ہاں متداول ایک محاورہ ہے جو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ سے منقول ہے۔"

☆ ......"اصولِ حدیث کے ساتھ کھلواڑ۔" (عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۸)
سنابلی صاحب نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی من مانی کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

"دَر اَصل ہم نے حسنِ ظن کی بنیاد پر یہ باور کیا تھا کہ علی صاحب محدثین وائمہ سے جو کچھ نقل کرتے ہیں، ان سب میں پوری امانت اور دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوں گے، اسی طرح تحقیق حدیث میں جن قواعد و اصول کو بنیاد بناتے ہیں، وہ بھی محدثین سے ثابت ہوں گے۔ لیکن جب ہمارا اُن سے مناقشہ ہوا، اور ہم نے ضرورت محسوس کی کہ ان کی پیش کردہ باتوں کو اَصل مراجع سے دیکھا جائے تو اس مرحلہ میں یہ اوجھل حقیقت منکشف ہوئی کہ زبیر علی زئی صاحب اپنے اندر بہت ساری کمیاں رکھتے ہیں مثلاً خود ساختہ اصولوں کو بلا جھجھک محدثین کا اصول بتلاتے ہیں۔ بہت سارے مقامات پر محدثین کی باتیں اور عربی عبارتیں صحیح طرح سے سمجھ ہی نہیں پاتے، اور کہیں محدثین کے موقف کی غلط ترجمانی کرتے یا بعض محدثین واہل علم کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے جن سے وہ بری ہوتے ہیں۔ اور کسی سے بحث کے دَوران مغالطہ بازی کی حد کر دیتے ہیں۔ اور فریقِ مخالف کے حوالے سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں یا اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہیں جو اُس کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتیں۔

ان تمام کوتاہیوں کے باوجود زبیر علی زئی صاحب کے اندر ایک اہم خوبی یہ ہے کہ وہ جرح و تعدیل کے اقوال کی بھی چھان بین ضروری سمجھتے ہیں کہ آیاوہ ناقدین سے ثابت ہیں یا نہیں۔ یہ ایک اہم خوبی ہے اور محض اسی امتیاز نے راقم السطور کو ان کی تحریروں کی طرف راغب کیا۔ لیکن افسوس کہ اس بابت بھی آں جناب کی تحقیقات پر اس لحاظ سے سوالیہ نشان لگ جاتا ہے کہ مبادا یہاں بھی موصوف نے وہی طرز عمل اختیار کیا ہو گا جس کی طرف بالا سطور میں اشارہ کیا گیا۔"

(حاشیہ: زبیر علی زئی پر رد میں دوسری تحریر، کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟ صفحہ ۲)

درج بالا حوالہ دیکھنے کے لئے مذکورہ کتاب کا بعد کا، حواشی والا ایڈیشن پیشِ نظر رہے۔

شیخ محمد عزیز شمس غیر مقلد نے علی زئی کے متعلق اُن کے حالات میں لکھا:

"مسائل کی تحقیق اور احادیث پر حکم کے سلسلے میں، میں انہیں امام ابن حزم سے تشبیہ دیتا ہوں، جنہوں نے بہت سے رجال اور احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ صحیحین کی حدیثوں پر بھی تنقید کر ڈالی ہے۔ ائمہ کرام اور ان کے مقلدین کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بہت سے مسائل میں وہ جمہور ائمہ کے خلاف ہیں، اور بڑی شدت سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۱۷۸)

شیخ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد نے شیخ البانی کے متعلق لکھا::

"تصحیح وتضعیف کا اصول بھی ان (البانی) کے نزدیک من مانا تھا کوئی مسلمہ اصول نہیں تھا اور یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث پر (کو) ایک جگہ ضعیف قرار دیا تو دوسری جگہ اس کی تصحیح کر دی، کسی جگہ کسی راوی کو ثقہ قرار دیا تو دوسری جگہ ضعیف اور اس کی بے شمار مثالیں ان کی تحریروں میں مل سکتی ہیں۔"

[مقالات شاغف، ص:۲۶۷]

البانی صاحب کے متعلق قریباً اسی طرح کے تاثرات زبیر علی زئی کے ہیں، انہوں نے لکھا:

”البانی صاحب کسی طبقاتی تقسیم مدلسین کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ اپنی مرضی کے بعض مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح اور مرضی کے خلاف بعض مدلسین (یاابریاء من التدلیس) کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیتے تھے اس سلسلے میں اُن کا کوئی اصول یا قاعدہ نہیں تھا۔“

[علمی مقالات، ج:۳، ص:۳۱۷]

اصول حدیث میں کھلواڑ کر کے صحیح حدیثوں کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح باور کرانے والے کا مقام ملاحظہ ہو۔

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام البانی رحمۃ اللہ علیہ۔“

(شان حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۸۳، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

☆......”اقوالِ جرح و تعدیل کے ساتھ کھلواڑ۔“(عرضِ مؤلف طبع سوم: انوار البدر صفحہ ۳۹)

سنابلی صاحب نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے متعلق لکھا:

”اس ضمن میں موصوف نے اس کی سند کے ایک راوی عبد الرحمن بن معاویہ کے بارے میں دعوی کیا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے یہ راوی ضعیف ہے، اس سلسلے میں موصوف نے امام ہیثمی کا قول بطور تائید پیش کیا کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ اکثر نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ حالاں کہ اس سے پہلے خود موصوف ہی نے امام ہیثمی کے اس قول کو مردود قرار دیا تھا اور اس کے خلاف اپنی یہ تحقیق پیش کی تھی کہ جمہور نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے۔ [دیکھیں: تحقیقی مقالات (۳/ ۳۸۵)، نیز دیکھیں: مجلہ ”الحدیث“ (شمارہ:۱۰۷، ص:۴۸)] لیکن شاید یہ تحقیق پیش کرتے وقت انہیں یہ علم نہیں تھا کہ اسی راوی نے ایک عظیم صحابی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یزید بن معاویہ کی تعریف نقل کی ہے۔ اور جوں ہی آں جناب کے سامنے میری تحریر پیش ہوئی اور یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس راوی نے ایک عظیم

صحابی سے یزید بن معاویہ کی تعریف نقل کی ہے۔ پھر کیا تھا؟ تحقیق کی پوری کایا پلٹ گئی اور توثیق کرنے والے جمہور کی پوری عمارت منہدم ہو گئی۔ اَب دوبارہ الیکشن ہوا، نئے سرے سے ووٹنگ ہوئی اور اس بار ٹوٹے پھوٹے ووٹ حاصل کر کے نام نہاد جمہوریت کی تلوار اُٹھائی گئی اور مدحِ یزید میں روایت بیان کرنے کی پاداش میں بے چارے عبد الرحمن بن معاویہ کی ثقاہت کا بڑی ہی بے دردی اور بے رحمی سے خون کر دیا گیا۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۶۶۲،۶۶۰)

"انوار البدر" کے مقدمہ نگار مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں:

"عموماً یہ باور کیا اور کرایا جاتا ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ تصحیح وتضعیف اور نقد و جرح میں ائمہ متقدمین کے اصولِ ممہدہ کے تناظر میں ہی بحث اور نقد اور جرح کرتے ہیں، مگر غور طلب سوال یہ ہے کہ ائمہ متقدمین انہی اصولوں کے تحت، بلکہ علل کی ظاہری اور باطنی کمزوریوں کی بنا پر ایک حدیث کو معلول اور ضعیف و منکر قرار دیتے ہیں، مگر علامہ البانی رحمہ اللہ اس کی تصحیح و تحسین فرماتے ہیں۔ اور بسا اوقات معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ ائمہ کرام اسے صحیح کہتے ہیں، جب کہ علامہ البانی رحمہ اللہ اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ اگر اصول و ضوابط محدثین کرام کے ہیں تو نتیجہ مختلف نہیں ہونا چاہیے۔ جس کی متعدد مثالیں علامہ البانی رحمہ اللہ کی تصانیف میں ملتی ہیں، مثلاً......"

(مقالاتِ اثری:۷/ ۲۶۲)

پھر چند صفحات کے بعد لکھا:

"یہ اور اس نوعیت کی اور کئی مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ البانی ائمہ نقد کے مقابلہ میں خود ایک رائے رکھتے ہیں اور بعض اوقات اس کی موافقت میں کوئی سہارا بھی ڈھونڈ لیتے ہیں، اگر وہ مقدمین ائمہ نقد کے برعکس رائے کے مجاز ہیں تو خود ان کی رائے سے اختلاف اور اس پر نقد و تبصرہ ان کے مداحین پر ناگوار نہیں ہونا چاہیے۔ ہم بلاشبہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے خوشہ چین ہیں اور ان کی عظیم الشان خدمات کے معترف ہی ہیں، بلکہ مداح ہیں۔

(مقالاتِ اثری:۷/ ۲۶۶)

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ کی صحیح احادیث کے بعض رواۃ پر تفرد و شذوذ کا جو اعتراض خصوصاً بعض عرب علماء کی طرف سے بڑے زور شور سے کیا جارہا ہے......۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۴۵)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جو لوگ سنابلی کے بقول ” صحیح احادیث کے بعض رواۃ پر تفرد و شذوذ“ کے اعتراضات کرنے والے ہیں، وہ مدعیان اہلِ حدیث اور سلفی ہیں یا......؟

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”احناف کے ایک بہت بڑے عالم علامہ ابو الحسن سندھی حنفی رحمہ اللہ۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۴۳)

اس کے بالمقابل قاضی محمد اسلم سیف غیر مقلد آپ کی بابت لکھتے ہیں:

”آپ عامل بالحدیث اور فقہی حد بندیوں سے سے بیزار تھے۔“

(تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے آئینے میں صفحہ ۱۵۷)

غیر مقلدین کی اصطلاح میں ” عامل بالحدیث “ کا مطلب فرقہ اہلِ حدیث کا شخص یعنی غیر مقلد ہوا کرتا ہے۔

قاضی صاحب نے دوسری جگہ لکھا:

” امام داود ظاہری، امام ابن حزم ......علامہ محمد حیات سندھی ، علامہ ابو الحسن سندھی ......کی خدمات نہ صرف لازوال اور غیر فانی ہیں بلکہ تاریخ اہلِ حدیث کا ایک تاریخی قابلِ فخر علمی سرمایہ ہیں۔“

(تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے آئینے میں صفحہ ۶۳۱،۶۳۰)

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”احناف کے ایک عالم علامہ محمد حیات سندھی حنفی رحمہ اللہ۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۴۴)

لیکن اس کے برعکس قاضی محمد اسلم سیف غیر مقلد نے علامہ محمد حیات سندھی کے متعلق لکھا:

"مسلکاً پختہ اہلِ حدیث تھے۔"

(تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے آئینے میں صفحہ ۱۵۷)

شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شیخ ابو الحسن اور شیخ حیات تو یقیناً مقلد نہیں تھے جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ شیخ ابو الحسن کے حواشی بخاری مسلم، ابو داود، نسائی، ابن ماجہ مسند احمد دیکھیں، جہاں جابجا مسائل اہلِ حدیث کو مانا اور ترجیح دی ہے اور مسائل حنفیہ کی پوری تردید کی ہے۔ اور شیخ حیات کی تصنیفات "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور ،الایقاف،شرح اربعین نوویہ" دیکھیں۔"

(تنقید سدید صفحہ ۳۸، طبع اثانی، رجب/۱۴۲۸ھ......ناشر: مکتبۃ السنۃ/ مکتبۃ الامام البخاری منظور کالونی کراچی)

شیخ محمد عزیز شمس غیر مقلد نے علامہ محمد حیات سندھی وغیرہ کچھ علماء کا تذکرہ کر کے لکھا:

"یہ کتاب و سنت پر عمل کے داعی اور فقہی جمود کی تردید کرنے والے بڑے بڑے اہلِ علم کے چند اقوال تھے۔"

(مقدمہ معیار الحق صفحہ ۲۷، اشاعت: اکتوبر/۲۰۲۴ء، دار الطیب للبحث والتحقیق گوجرانوالہ، تحقیقی افادات محمد عزیز شمس، تسہیل و تدوین: پروفیسر عبد الجبار شاکر)

غیر مقلدین کے ہاں "کتاب و سنت پر عمل کے داعی اور فقہی جمود کی تردید کرنے" کا مطلب غیر مقلد ہوتا ہے۔

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"زیادۃ ثقہ کے بارے میں محدثین کا موقف یہی ہے کہ اس کے قبول ورد کا فیصلہ قرائن دیکھ کر کیا جائے گا۔"

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۴۵)

یہ بتایا جائے کہ اس کے متعلق شیخ زبیر علی زئی کا موقف آپ کے نزدیک محدثین والا ہے یا کچھ اور؟

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”علامہ البانی رحمہ اللہ کے متعلق بعض لوگ یہ مشہور کرتے ہیں کہ وہ معمولی ضعف والی متعدد روایات کو ہر جگہ حسن لغیرہ بنالیتے ہیں، یہ بات قطعاً درست نہیں......زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے یہاں حسن لغیرہ کے بارے میں وسعت کچھ زیادہ ہے۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول:انوار البدر صفحہ ۵۰)

اپنے جملہ ”وسعت کچھ زیادہ ہے۔“ کی وضاحت کر دیتے۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ البانی نے ایسی احادیث کو بھی تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ میں شامل کرلیا ہے، جو حسن لغیرہ بننے کے قابل نہیں؟

☆......سنابلی صاحب نے ”حسن لغیرہ“عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:

”متعدد ضعیف روایات کے اندر اگر ضُعف ہلکا ہو......نہ تو یہ کہنا درست ہے کہ اس طرح کی روایات ہر جگہ قابلِ قبول ہوں گی، بلکہ ایسی صورت میں قرآئن دیکھ کر فیصلہ کرنا ہی محدثین کا منہج ہے۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول صفحہ ۴۹)

کسی دَور میں اس طرح کی بات شیخ خبیب اَثری نے لکھی تھی، تب شیخ زبیر علی زئی نے اس پر یوں تبصرہ کیا تھا:

”اور ارشاد الحق اثری صاحب کے ”فاضل بھائی“ محمد خبیب احمد فیصل آبادی نے صحیح مسلم کی ایک حدیث پر حملہ کرنے کے بعد لکھا:”عرض ہے کہ یہ زیادت حسن لغیرہ کے درجے تک بھی نہیں پہنچتی، کیونکہ ایسی حدیث حسن لغیرہ قرار پاتی، جس میں ضُعف شدید نہ ہو اور قرائن بھی اس کی صحت پر دلالت کریں۔“(مقالاتِ اثریہ ص ۴۱۱) ظاہر ہے کہ ضُعفِ شدید اور قرائن کا ترازو خبیب صاحب نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے، لہٰذا صحیح مسلم کا دفاع کرنے والوں کو کنارے لگانے کی کوششیں جاری ہیں۔ سبحان اللہ ! صحیح مسلم کی صحیح و ثابت حدیث ان لوگوں کے نزدیک حسن لغیرہ کے درجے تک بھی نہیں پہنچتی (!!!) لیکن دوسری طرف یہی لوگ ضعیف ومردود روایات کو حسن لغیرہ کی چھتری تلے حجت تسلیم

کرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ!“

(علمی مقالات ۶/ ۱۵۰)

☆......سنابلی صاحب نے لکھا:

”کسی راوی سے متعلق محدثین کے اقوالِ جرح و توثیق سے استدلال کے لئے ضروری ہے کہ جرح یا توثیق کا وہ قول قائل سے بسند صحیح ثابت ہو یا قائل کی کتاب سے نقل کیا گیا ہو۔ ذہبی عصر علامہ عبد الرحمن معلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں......جب کسی راوی کے ترجمے میں جرح یا تعدیل کا کوئی کلمہ بعض ائمہ کی طرف منسوب ملے تو یہ تحقیق ضروری ہے کہ وہ ااس امام سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟“

(عرض مؤلف طبع اول انوار البدر صفحہ ۵۰)

سنابلی کی عبارت پڑھ لینے کے بعد ان کی کتاب کے مقدمہ نگار بزرگ شیخ ارشاد الحق اثری کا تبصرہ پڑھئے:

”یہ ناکارہ یہاں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علامہ المزی رحمہ اللہ ہوں، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ ہوں یا علامہ ذہبی رحمہ اللہ۔ وہ اگر ائمہ متقدمین سے کوئی نقد و جرح نقل کریں یا کسی کی توثیق نقل کریں اور ان کے اقوال اگر اُن کی متداول کتابوں میں نہیں ملتے تو بلا وجہ اُن سے انکار درست نہیں۔ اس انکار کا منطقی نتیجہ ہے کہ ہم علامہ المزی رحمہ اللہ وغیرہ سے زیادہ محتاط ہیں اور انہوں نے بلا ثبوت ان اقوال کا انتساب ائمہ کرام کی طرف کر کے ”جرم“ کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ بے اعتمادی بلکہ بد ظنی ﴿ان بعض الظن اثم﴾ کا مصداق ہے، البتہ اگر ان سے منقولہ اقوال کے برعکس انہیں سے کوئی قول مل جاتا ہے تو وہاں نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اسے دو مختلف اقوال پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات بر سبیل تذکرہ نوکِ قلم پر آگئی ہے کہ بعض حضرات اس قسم کی جسارت کر گزرتے ہیں، مگر یہ ناکارہ اس اسلوبِ فکر سے اتفاق نہیں کرتا۔“

(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۷۰)

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”جرح وتعدیل میں اگر تعارض ہو تو بعض حالات میں جمہور کا قول مقدم ہو گا، مگر ہمیشہ یا عموماً جمہور کے قول کو مقدم کرنے والی بات ہماری نظر میں درست نہیں۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۵۰)

جو بات آپ کی نظر میں درست نہیں، وہ شیخ زبیر علی زئی کی رائے میں درست ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہو گی۔“

(نور العینین صفحہ ۶۱، طبع جدید)

مزید یہ کہ جمہور کے قول کو ہمیشہ یا عموماً مقدم کرنا غیر درست ہے، جب کہ آپ کی کتاب پر تقریظ ثبت کرنے والے بزرگ شیخ صلاح الدین یوسف نے مخالف مصنف پر اعتراض جڑ دیا کہ انہوں نے اُن کے زعم کے مطابق ثقہ عند الجمہور کو ضعیف کہا ہے۔ (مقدمہ الاصلاح صفحہ ۳۱)

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”مدلسین کے بارے میں محدثین نے جو طبقات بیان کئے ہیں، اس کی رعایت ضروری ہے۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۵۷)

مگر علی زئی صاحب نے اس کا انکار کر دیا، انہوں نے کہا طبقات کی یہ تقسیم حتمی نہیں، بلکہ یہ دعوی بھی کیا کہ بہت سے اہلِ حدیث کے ہاں بھی یہ تقسیم حتمی نہیں۔ (نور العینین صفحہ ۳۸۸،۳۸۷...... طبع جدید)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”سینے پر ہاتھ باندھنے سے متعلق صحیح ابن خزیمہ کی جو حدیث ہے، اس پر سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے اعتراض درست نہیں ہے۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۵۷)

مگر علی زئی نے اس حدیث کو سفیان کے عنعنہ کی وجہ سے ہی ضعیف کہا ہے۔ جیسا کہ حوالہ پہلے گزر چکا۔ صرف اسی پر بس نہیں، انہوں نے سفیان کی تدلیس کو مدار بنا کر بیسیوں حدیثوں کو اپنی کتب میں ضعیف کہا ہے۔ اور اُن کے معتقدین کی ایک کھیپ بھی اسی مشن پر رواں دواں ہے۔

ڈاکٹر عبد الحفیظ سموں (ناظم اعلیٰ جمعیت اہلِ حدیث سندھ) لکھتے ہیں:

"شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تو اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکے ہیں، لیکن اپنے پیچھے ایسے نوجوانوں کی کھیپ تیار کر گئے ہیں جو اِسی منہج پر چلنے والے ہیں۔"

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۳۴۲)

شیخ محمد یاسین ظفر (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السلفیہ، مدیر الجامعۃ السلفیۃ فیصل آباد) نے علی زئی کے حالات میں لکھا:

"بطورِ خاص مولانا حافظ ندیم ظہیر، مولانا صدیق رضا اور مولانا غلام مصطفی ظہیر امن پوری شامل ہیں جو آج بھی ان کے نقشِ قدم پر رواں دواں ہیں۔"

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص بیاد شیخ زبیر علی زئی صفحہ ۳۴۷)

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"سفیان ثوری کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ بیان بھی اسی بات کی دلیل ہے کہ قلیل التدلیس کا عنعنہ مقبول ہو گا۔" (عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۵۷)

مگر علی زئی تو نہیں مانتے؟ بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذکورہ قول "کتاب العلل للترمذی صفحہ ۳۸۸" میں تھا، تو اس کتاب کو ہی غیر ثابت کہہ چھوڑا تاکہ نہ ہو بانس، نہ بجے بانسری۔

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"فن حدیث کی ان عظیم ہستیوں کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ ہر مدلس کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا جائے گا، بلکہ قلیل التدلیس اور کثیر التدلیس مدلسین میں فرق کیا جائے گا۔"

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۵۹)

لیکن علی زئی صاحب نہ تو "فن حدیث کی ان عظیم ہستیوں کی تصریحات" کو مانتے ہیں، اور نہ ہی انہیں مذکورہ اصول "روزِ روشن کی طرح یہ عیاں" محسوس ہوا۔

☆......سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”جو حضرات قلیل التدلیس مدلس کے عنعنہ کو بھی مضر قرار دیتے ہیں، وہ صحیحین کی ان احادیث پر بھی خطِ تضعیف کھینچ رہے ہیں جس میں قلیل التدلیس مدلس راوی کا عنعنہ موجود ہے۔ اس شبہے کے ازالے میں یہ حضرات یہ قاعدہ بتلاتے ہیں کہ صحیحین میں مدلس کی معنعن روایات سماع پر محمول ہیں۔ لیکن انہیں کون بتلائے کہ یہ قاعدہ کثیر التدلیس مدلسین کی معنعن روایات سے متعلق ہے۔ رہی قلیل التدلیس مدلس کی معنعن روایات تو صحیحین میں اُن سے احتجاج اس بنا پر ہے کہ وہ محدثین کے یہاں مقبول ہوتی ہیں۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۶۹،۵)

مگر علی زئی کا دعوی یہی تھا کہ بخاری و مسلم کے سب مدلسین سے مروی روایات سماع پر محمول ہیں۔

☆......سنابلی صاحب نے آگے لکھا:

”اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو شخص ہر مدلس کے عنعنہ کو اَصلاً قادح سمجھتا ہے، وہ صحیحین میں موجود قلیل التدلیس مدلسین کی احادیث پر بھی سوالیہ نشان لگا رہا ہے!۔“

(عرضِ مؤلف طبع اول: انوار البدر صفحہ ۶۰)

سنابلی صاحب نے مذکورہ عبارت میں کہا:

”وہ صحیحین کی ان احادیث پر بھی خطِ تضعیف کھینچ رہے ہیں۔“

اور یہ کہ:

”وہ صحیحین میں موجود قلیل التدلیس مدلسین کی احادیث پر بھی سوالیہ نشان لگا رہا ہے!۔“

دونوں جگہ ”وہ“ سے کون مراد ہے؟ یہاں سنابلی صاحب نے اسے پردۂ خفا میں رکھا ہے، مگر قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ان کے غیر مقلد بزرگ شیخ زبیر علی زئی ہیں۔

## ”انوار البدر“ کے مقدمہ پر ایک نظر

”انوار البدر“ کا مقدمہ شیخ ارشاد الحق اثری کی طرف سے۔ ”عرضِ ناشر“......اور......”عرضِ مؤلف“ سے فراغت پانے کے بعد اَب کتاب کے ”مقدمہ“ پر نظر کرتے ہیں۔

☆......اثری صاحب مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”امام ترمذی نے مجمل طور پر فرمایا ہے کہ ”بعض حضرات ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے باندھنے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک اس میں توسع ہے۔“یعنی جہاں بھی ہاتھ باندھ لیجئے درست ہے۔“

(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۶۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو وہاں ان کی بابت مقلد لکھا ہوا مل جائے گا اور مجتہد بھی۔ مطلب بعض کے نزدیک مقلد ہیں اور بعض کے ہاں مجتہد۔ لیکن غیر مقلد برادری کے ہاں وہ ”اہلِ حدیث“ شمار کئے جاتے ہیں۔ اُن کے مزعوم اہلِ حدیث کے ہاں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا درست ہے۔ جب کہ ”انوار البدر“ کے تقریظ نگاروں کے ہاں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نہ صرف غیر پسندیدہ ہے، بلکہ صریح حدیثوں کے مخالف بھی ہے۔ اور سنابلی صاحب کے نزدیک اس طرح کی گنجائش دینا سنتوں کی تخفیف کرنا ہے، جیسا کہ ہم نے ”عرضِ مؤلف پر ایک نظر“ کے تحت اُن کی عبارت نقل کر دی ہے۔

غیر مقلدین کی رائے میں تقلید چوتھی صدی کے بعد پیدا ہوئی، اس لئے سوال طلب بات یہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جن حضرات کی بابت فرمایا کہ وہ ناف پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، تو وہ کون لوگ تھے......؟

☆......اثری صاحب لکھتے ہیں:

”سیدی و مرشدی سید بدیع الدین راشدی نور اللہ مرقدہ۔“(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۶۷)

اثری صاحب کے ”سید و مرشد“یعنی شیخ بدیع الدین راشدی کا تعارف ملاحظہ ہو۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

”راجح یہی ہے کہ ربنا لک الحمد آہستہ پڑھا جائے قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔“

(ربنا لک الحمد آہستہ پڑھیں یا بآواز بلند ؟ صفحہ ۶، ناشر: دار التحقیق والنشر والطباعۃ، اشاعت: ۲۰۱۰ء)

لیکن راشدی صاحب اسے جہراً پڑھنے کے قائل ہیں۔ اس کی تبلیغ کے لئے انہوں نے ایک مستقل رسالہ ”نشاط العبد“ تحریر کیا۔ سنابلی صاحب کی تصریح کے مطابق راشدی صاحب کی رائے ”قرآنی آیات، احادیث

صحیحہ اور اجماع امت“ کے خلاف ہے۔

رانا محمد جمیل خاں غیر مقلد نے شیخ بدیع الدین راشدی کے تذکرہ میں لکھا:

”مجتہد العصر مفتی حافظ عبد اللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ارسال الیدین میں لکھا کہ وضع الیدین بعد الرکوع فی الصلوۃ کی مخالفت کرتے ہوئے کہ جب پیر کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا حال ہو گا؟ یہ آپ پر زبردست طنز و طعن تھا۔“

(مجلہ بحر العلوم میر پور خاص شیخ العرب والعجم نمبر سلسلہ اشاعت نمبر ۹،۷ ۲۰۰۷ء صفحہ ۱۵۰)

پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حقیقت یہی ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا صدیوں تک کوئی نام و نشان تک نہیں تھا۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۷۸۹، ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ لاہور، طبع ہفتم، سن اشاعت: اگست ۲۰۰۴ء)

پروفیسر صاحب نے راشدی صاحب کے متعلق لکھا:

”وہ حقائق شرعیہ سے نابلد ہیں۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۲۴)

پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں:

”وہ تفقہ سے خالی دامن ہیں۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۲۴)

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

”میرا خیال ہے کہ شاہ صاحب یہ مثالیں نہ ہی بیان کرتے تو اچھا تھا کیوں کہ خاموشی انسان کے لئے پردہ کا کام کرتی ہے۔ جب وہ بات کرے اور غلطی کرے تو اس کے لئے شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوتی ہے، جیسا کہ فارسی مقولہ ہے: تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۳۳)

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

”اَب دو قیاموں کو دو سجدوں پر قیاس کر کے جواب دینا پیر صاحب جیسے زبردست مجتہد کا ہی کام ہے۔ کسی معمولی آدمی کا کام نہیں۔ اگر اسی کو جواب دینا کہتے ہیں تو پھر واقعی تسلی بخش جواب دینا پیر صاحب پر ختم!۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۰۱)

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

”قیام ثانی میں وضع کی دلیل نہ ملنے کے باعث علامہ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے فرمایا: الوضع فی القیام الثانی بدعة ضلالة کہ قیام ثانی میں ہاتھ باندھنا گمراہ کن بدعت ہے۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۴۳)

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

”ان کی تعداد اس بدعت والے دَور میں ضرور بڑھ رہی ہے لیکن اگر آپ ماضی میں دیکھیں تو آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی، یہاں تک کہ خیر القرون میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا، جو وضع کا قائل ہو۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۵۴)

ہم نے ”عرض ناشر پر ایک نظر“ عنوان کے تحت سنابلی صاحب کی عبارت نقل کر دی ہے کہ مدعیان اہلِ حدیث ایک دن کی نمازوں میں قریبا پچاس بار سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، اس اعتبار سے بحالتِ قومہ سینہ پر ہاتھ باندھنا بھی دن بھر میں پچاس بار ہو گا۔ اور یہ عمل شیخ البانی وغیرہ کی تصریح کے مطابق بدعت ہے۔ گویا بدیع الدین راشدی کی یومیہ بدعات صرف نماز ہی میں پچاس ہیں۔ صرف نماز میں ہی یومیہ پچاس بدعتیں اپنانے والے راشدی صاحب کو اثری صاحب نے اپنا ”سید و مرشد“ بنایا ہوا ہے۔

مولانا بدیع الدین راشدی کا کچھ تعارف اوپر آچکا۔ ان کی بابت ایک مزید بات بھی جانتے چلیں کہ راشدی صاحب ان اوصاف مذکورہ کے باوجود وہ اپنے مخصوص حلقہ کے مقتدا تھے، مدعیان اہلِ حدیث اُن کی تقلید کیا

کرتے تھے۔ اور یہ انکشاف جن لوگوں نے کیا، اُن میں اُن کے بھائی مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد بھی ہیں، انہوں نے لکھا:

”در حقیقت ان ”غیر مقلد مقلدین“ سے مقلدین بہتر حالت میں ہیں جو ہیں بھی مقلد اور اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ ہاں بھائی مقلد ہیں لیکن یہ حضرات زبان سے تقلید کی اتنی مذمت کرتے ہیں شاید ان کا کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا ہو گا جب تک کہ اس سے پہلے تقلید و مقلدین کی مذمت نہ کریں لیکن عملاً تقلید پر بسیرا ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کو ترک کیا اور حضرت پیر [مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد (ناقل)] صاحب کی تقلید کو اپنایایا للعجب۔ یہ تو وہی ہوا کہ فرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَ قَامَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ یعنی کوئی آدمی باہر کھڑا ہوا، اچانک بارش ہو گئی اور وہ بھیگنے سے بچنے کے لیے وہاں سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ اب یہ ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ اس آدمی کی کیا حالت بنے گی بس یہی معاملہ ان حضرات کا ہے۔“

(مقالات راشدیہ: ۹/ ۴۰۱، ناشر: المکتبة الراشدیہ نیو سعید آباد سندھ، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۱۴ء)

☆...... اثری صاحب لکھتے ہیں:

”برصغیر کے نامور مرشدِ حق حضرت مظہر جانِ جاناں شہید رحمہ اللہ۔“

(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۶۹)

اثری صاحب نے انہیں ”مرشدِ حق“ تسلیم کیا ہے۔ اگلی بات ہم بتادیتے ہیں کہ وہ ”مرشدِ حق“ حنفی المسلک اور صوفی المشرب بزرگ ہیں۔

مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں صاحب حنفیؒ۔“

(خاتمۃ الاختلاف صفحہ ۹۵)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے اپنے خود نوشت حالات میں لکھا:

”جانِ جاناں نام، مظہر تخلص...... حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب۔“

(تاریخ اہلحدیث صفحہ ۴۵۵، تالیف مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی)

☆......اثری صاحب لکھتے ہیں:

"بر صغیر پاک و ہند میں ترکِ تقلید اور سنت کی ترویج میں علمائے اہلِ حدیث (کثر ھم اللہ تعالی) کا بھی یہی موقف ہے۔"

(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۶۹)

یہاں "بر صغیر پاک و ہند" کی قید کس لئے ہے؟ کیا دوسرے ممالک میں تارکینِ تقلید ایسا نہیں کرتے؟ بندہ نے بعضے عرب علماء کے کلپ سنے، انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھنے والے عمل کو غیر ثابت قرار دیا۔ ایک عربی عالم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ علی صدرہ اول تو ثابت نہیں۔ اور اگر اسے ثابت مان لیا جائے تو صدر وہ نہیں جو ناف کے بالمقابل (سینہ) ہے، بلکہ صدر بمعنی سامنے ہے جو کہ پچھلی سمت یا سمت فوق کی ضد ہے۔ عربی عالم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پیچھے یا اوپر نہیں، سامنے باندھے ہیں۔ یہ کلپ عام واٹس ایپ گروپوں میں مل جاتا ہے۔ چوں کہ غیر مقلد لوگ عرب علماء کو اپنا ہم مسلک باور کرایا کرتے ہیں ،اس لئے اثری صاحب سینہ پر ہاتھ باندھنے پر گفتگو کرتے ہوئے بس اتنا کہہ سکے کہ بر صغیر پاک و ہند کے غیر مقلدین کا یہی موقف ہے۔

**تنبیہ:** عربی بزرگ کی مذکورہ بات کو اس جگہ ہم نے اپنی تائید کے لئے پیش نہیں کیا، بلکہ اثری صاحب کے الفاظ "بر صغیر پاک و ہند" کی وضاحت پیش کرنا مطلوب ہے۔

اثری صاحب نے دوسری بات کہی:

"سنت کی ترویج میں علمائے اہلِ حدیث (کثر ھم اللہ تعالی) کا بھی یہی موقف ہے۔"

عرض ہے سنت کی ترویج تو بہت بڑی بات ہے، پہلے تو یہ دیکھیں کہ آپ لوگوں کا سنتوں پر عمل کس قدر ہے؟......اور آپ کے ہاں سنتوں کی کیا اہمیت ہے؟ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

ا۔ نواب صدیق حسن خان اپنے غیر مقلدین کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سنت کی اتباع کے بجائے شیطانی تسویلات پر اکتفا کرتے ہیں اور پھر اس کے عین دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔"

(الحطہ صفحہ ۱۵۳، بحوالہ حدیث اور اہلِ حدیث صفحہ ۱۱۷)

۲۔ کسی نے سوال کیا:

''کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنتِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترکِ سنت کا مؤاخذہ ہو گا؟''

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے اس سوال کا یوں جواب دیا:

''ترکِ سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مؤاخذہ نہیں ہو گا، ان شاء اللہ۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۲۷)

۳۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

''سنت کے ترک کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرنا نہیں کہہ سکتے۔''

(تیسیر الباری: ۱/ ۴۸۰ طبع تاج کمپنی)

۴۔ غیر مقلدین کے فتاویٰ میں لکھا ہے:

''مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو، جنوب کی جانب پیر ہوں جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے۔ اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں جائز ہے۔''

(فتاویٰ ستاریہ: ۱/ ۱۳۰)

کسی شخص نے غرباء اہلِ حدیث کے امام اور مفتی ر مولانا عبد الستار سے سوال کیا:

''سنا ہے کہ آپ اور آپ کے طلباء نماز کی سنتوں کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں''

انہوں نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

''میں یا میرے طلباء سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں فرض یا واجب نہیں جانتے۔ کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھے تو ثواب سے محروم ہو گا، کافر یا گنہگار نہ ہو گا۔''

(فتاویٰ ستاریہ: ۴/ ۴۵)

ایک اور سوال پھر غیر مقلد کا جواب ملاحظہ ہو:

”سوال(۴) نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں؟ نوافل و سنت کے ترک پر گناہ تو نہیں؟“

”جواب(۴) نوافل و سننِ صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں“

(فتاویٰ ستاریہ:۴/۳۵)

حکیم میاں عبد الرحمن عثمانی غیر مقلد نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاء کے منکر غیر مقلدین کو مخاطب کر کے کہا:

”آپ کے دینی مدارس کے ۹۰/فیصد طلباء سنتیں اور نوافل ترک کر چکے ہیں اور بہت سی جگہوں پر تو امام صاحبان کو بھی تسبیحات و اذکار اور سنن و نوافل کا تارک و غافل پایا ہے۔“

(فرض کے بعد دعا کی اہمیت صفحہ ۳۹)

☆......اثری صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں......سبیل المؤمنین کا راہ رو بنائے۔“

(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۷۰)

آمین۔ یہاں بات بھی جان لیں کہ غیر مقلدین ”سبیل المؤمنین “ اختیار کئے ہوئے ہیں یا اس سے رُو گردانی؟

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کے متعلق لکھا:

”انہوں نے اُن سب آیتوں کو بتقلید کفرۂ یونان و فرقہ ضالہ معتزلہ و قدریہ و جہمیہ خذلھم اللہ محرف و مبدل ہو کر سبیل مؤمنین کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہٖ جھنم و ساء ت مصیرا کا مصداق بنایا۔“

(الاربعین صفحہ ۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے ”شیخ الاسلام“ امر تسری صاحب ”سبیل المؤمنین“ کے بالکل الٹ سمت رواں دواں رہے۔

یہاں اثری صاحب ”سبیل المؤمنین “کی وضاحت کر دیتے تو اچھا ہوتا۔ عرض ہے کہ اس سے مراد

''اجماعِ امت'' ہے۔ جیساکہ بعض غیر مقلدین نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ مثلاً

''انوار البدر'' کے تقریظ نگار شیخ صلاح الدین یوسف نے سورۃ نساء کی آیت: ''......ویتبع غیر سبیل المؤمنین ''الخ کی تفسیر میں لکھا:

''اجماعِ امت کا مطلب ہے کسی مسئلے میں امت کے تمام علماء وفقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق۔ یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یاان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔''

(تفسیری حواشی صفحہ ۲۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ''سبیل المؤمنین ''سے مراد اجماع ہے۔ اور اجماع کی مخالفت شیخ صلاح الدین یوسف کی تصریح کے مطابق ''کفر'' ہے۔ یہ بات انہوں نے دوسرے مقام پر بھی لکھی ہے۔ وہ ایک شخص کے نظریات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان کے زبان و قلم سے بعض ایسی چیزیں منظر عام پر آئی ہیں جو صریح گمراہی پر مبنی ہیں، بلکہ اجماع امت سے انحراف کی وجہ سے ان پر کفر کا اطلاق ممکن ہے۔''

(انکارِ حدیث کا نیا رُوپ صفحہ ۱۸، تالیف غازی عزیر)

اگلی بات بھی جان لیں کہ بہت سے غیر مقلدین اجماع کی حجیت کے منکر ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''بہت سے اہلِ حدیث ایسے ہیں جو اجماع کے قائل نہیں بلکہ بعض قیاس کے بھی نہیں جیسے... امام شوکانی، نواب صدیق حسن خانؒ۔''

(اخبار اہل حدیث امر تسر، ۱۱/جون ۱۹۱۵ء)

اس عبارت کا عکس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی کتاب ''تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۶۱'' پہ دیکھ سکتے ہیں۔

اجماع کی حجیت کے انکاری غیر مقلدین میں سے ایک مصنف شیخ ابو الاشبال شاغف بھی ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

”میں نے زمانہ طالب علمی سے اصول فقہ پڑھتے وقت سے اس کی حقیقت کو جاننے کی سعی کی کہ جتنے دلائل اس کو ثابت کرنے کے لیے بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے کسی دلیل سے بھی اس کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔“

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۰۹)

مزید سنئے:

”اساتذہ کرام سے سوال عرض کیے۔ کتبِ اصول کا مطالعہ کیا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا۔ شروحات حدیث پر غور کیا، کتب تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ بڑے بڑے شیوخ جن کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ اصول و فروع میں کمال رکھتے ہیں، ان سے مذاکرہ کیا۔ لیکن کوئی بھی اسے بطورِ دلیل شرعی ثابت نہ کر سکا اور نہ کوئی ایسا مسئلہ بتا سکا جو اجماع سے ان جمیع شرائط و قیود کے ساتھ ثابت ہو۔“

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۰۹)

شاغف صاحب اُن غیر مقلدین میں سے ہیں جو اَثری صاحب کے ممدوحین میں سے ہیں، انہوں نے ان پر مضمون لکھا ہے۔(مقالاتِ اثری:۷/۴۶۳، ۴۵۰)

ہم نے اپنے اس مقدمہ میں غیر مقلدین کے بعضے موروثی مسائل لکھے، جن میں انہوں نے اجماع کی مخالفت کر رکھی ہے مثلاً مقتدیوں کا ربنالک الحمد کو جہراً کہنا۔

غیر مقلدین کا ایک فریق قومہ میں ہاتھ باندھنے کا قائل و فاعل ہے یہ بھی ”انوار البدر“ کی تقریظ نگار شیخ محفوظ الرحمن فیضی کی تصریح کے مطابق اجماعِ امت کی خلاف ورزی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”قرونِ اولی سے لے کر تا ایں دم قومہ میں ارسال پر تعامل و توارث چلا آرہا ہے، گویا اس پر امت کا اجماع ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لاتجتمع امتی علی ضلالۃ ۔“

(کیا رکوع میں ہاتھ باندھنا سنت ہے؟ صفحہ ۲۲، مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی)

اور ابو الاشبال شاغف کی تصریح کے مطابق شیخ البانی نے خرقِ اجماع کرتے ہوئے بخاری کی حدیثوں کو

ضعیف کہا ہے۔(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۶)

مخالفِ اجماع کا اک نمونہ اور بھی ملاحظہ ہو۔

حافظ نعیم الحق ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اپنے محدود وسائل میں الحمدللہ میں نے ائمہ لغت وائمہ فقہاء کے اجماع سے بھینس کا گائے کی ایک نوع ہونا ثابت کر دیا اور حدیث میں آتا ہے کہ عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ (ترمذی، ابواب الفتن باب لزوم الجماعۃ) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقینا اللہ تعالیٰ میری امت کو یا راوی نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اب اگر علم آجانے کے بعد عناد کی صورت میں مخالفت کرتے گا تو وہ حق بات کو جھٹلائے گا جو ایک خطرناک جرم ہے۔"

(بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۲۰، طبع اول)

سب جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کا ایک گروہ بھینس کی قربانی کا ناجائز کہتا ہے، وہ ملتانی صاحب کی تصریح کے مطابق اجماع کی مخالفت کا مرتکب ہے۔ یاد رہے کہ بھینس کی قربانی کے جواز کو اجماعی کہنا ملتانی صاحب کا تفرد نہیں بلکہ ان کی مذکورہ کتاب کے تقریظ نگاروں نے بھی اسے اجماعی مسئلہ تسلیم کیا ہے۔

غیر مقلدین کے منکرین اجماع ہونے پر مزید حوالہ جات بندہ نے اپنی کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" میں نقل کر دیئے ہیں۔

☆......اثری صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں......ائمہ سلف کے بارے میں سوئے ظنی سے بھی محفوظ رکھے۔"

(مقدمہ انوار البدر صفحہ ۷۰)

جی، آمین۔ ائمہ سلف کا مصداق آپ کے ہاں جو بھی ہوں یقیناً اُن میں محدثین تو شامل ہی ہوں گے۔ غیر مقلدین نے اُن کی کیسے خاطر تواضع کی ہے؟ ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

پروفیسر مبارک غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جماعت غرباء اہلِ حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ "تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کرکے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔"

(علمائے احناف اور تحریک مجاہدین صفحہ ۴۸)

محدثین کی مخالفت میں پوری جماعت "غرباء اہلِ حدیث" تشکیل دے دینا غیر مقلدین کے حصہ میں آیا۔

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ تو صرف مسئلہ یزید میں محدثین واہلِ علم پر زبیر علی زئی صاحب کی کچھ کرم فرمائیاں تھیں، اس کے علاوہ دیگر مسئلوں میں بھی اپنے خلاف کئی محدثین و اہلِ علم کی زبیر علی زئی صاحب نے اچھی خاصی خاطر تواضع کی ہے۔"

(ندیم ظہیر صاحب کے اعتراضات کا جائزہ، پہلی قسط کا جواب)

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حکیم فیض عالم صدیقی صاحب اگرچہ اہلِ حدیث کا پلیٹ فارم استعمال کرتے رہے ہیں، مگر وہ کئی ایک مسائل میں اہلِ حدیث بلکہ حضرات محدثین کرام پر لعن طعن اور ایہام لگایا کرتے تھے، وہ ائمہ و محدثین جو اساطین اہل السنہ ہیں، ان کے علمی کارناموں کو جہالت و خباثت تک کہہ دیتے تھے۔"

(شان حسن وحسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۴، ایڈیشن گیارہواں، راسخ اکیڈمی فیصل آباد)

راسخ صاحب نے حاشیہ میں حوالہ حکیم صاحب کی کتاب "صدیقہ کائنات صفحہ ۲۳۷" کا دیا ہے۔

حکیم فیض عالم صدیقی مدعیان اہلِ حدیث کے فرد ہیں۔ بندہ نے حوالہ جات اپنی کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" میں جمع کر دیئے ہیں۔

"انوار البدر" کے تقریظ نگار شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی نے سیدنا ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے ایک فتوی کو اپنے مخالف پاکر ان کی بابت لکھا:

”ابراہیم نخعی حدیث کا علم کم ہونے کی وجہ سے اکثر صحیح احادیث کا انکار کر جاتے تھے۔ چنانچہ فتح الباری (۳۳/۴) میں حماد بن زید کا یہ قول صحیح سند سے موجود ہے کہ کوفہ میں ابراہیم نخعی سے زیادہ صحیح احادیث کو رَد کرنے والا کوئی نہیں تھا، ایسے میں ان کے فتوی کی حیثیت ہی کیا ہے؟۔“

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۰۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/۲۰۱۲ء)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کون شخصیت ہیں؟ غیر مقلدین کے ”امام العصر“ مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی کی زبانی جانیئے۔ وہ لکھتے ہیں:

”جس طرح صحیح بخاری قال الحسن البصری سے بھری پڑی ہے اسی طرح وقال ابراھیم و قال النخعی سے بھی بھری پڑی ہے۔“

(تاریخ اہلِ حدیث: ۱۲۹/ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

مذکورہ بالال حوالہ جات سے پتہ چل گیا ہوگا کہ اثری صاحب کو مذکورہ دعا ”اللہ سبحانہ وتعالی ہمیں...... ائمہ سلف کے بارے میں سوئے ظنی سے بھی محفوظ رکھے۔“ کی ضرورت کیوں پڑی؟

**تنبیہ:** بندہ نے شیخ ارشاد الحق اثری کی تحریروں پہ کچھ تبصرہ اپنے تین مضامین: (۱) مصنف احسن الکلام (۲) مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ...... اور (۳) علامہ خالد محمود پر اثری اعتراضات کا جائزہ، میں کر دیا ہے۔ اور ماشاء اللہ یہ تینوں مضامین ایک عرصہ سے مختلف رسائل میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ اللہ نے توفیق دی تو آئندہ اَثری صاحب کی کتب کا جائزہ لیتے ہوئے مستقل ضخیم کتاب لکھوں گا۔

# شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

**نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور**

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258